حقیقتِ ابدال و رجالِ غیب

پروفیسر سیّد احمد سعید ہمدانی

Marfat.com

کُوڑا تخت دُنیا دا باھُو تے فقر سچّی بادشاہی ھُو

Marfat.com

حقیقتِ ابدال و رجالِ غیب

پروفیسر سیّد احمد سعید ہمدانی

BRITISH
ACADEMY 4
HUMAN
UNDERSTANDING

برٹش اکیڈمی فار ہیومن انڈرسٹینڈنگ

Marfat.com

جملہ حقوق بحق مصنف

نام کتاب: حقیقتِ ابدال رجالِ غیب

مصنف: پروفیسر سید احمد سعید ہمدانی

اہتمام: مدثر علی

کمپوزنگ: امانت علی

اشاعت: اپریل 2014ء

تعداد: 1000

ٹائٹل: عائشہ نواز

ناشر: برٹش اکیڈمی فار ہیومن انڈرسٹینڈنگ

مطبع: شرکت پرنٹنگ پریس 43 نسبت روڈ لاہور۔
فون: 37351007 / 042-37356547

قیمت (پاؤنڈ): 10 پاؤنڈ

قیمت (روپے): 500 روپے

145742

ملنے کا پتہ برطانیہ:

برٹش اکیڈمی فار ہیومن انڈرسٹینڈنگ
17 ایمبر سلے روڈ B12 8UR برمنگھم
رابطہ نمبر: 0044 121 440 4096
موبائل: 0044 786 973 4157
E-mail: books@bahu.co

ملنے کا پتہ پاکستان:
نستعلیق پبلیکیشنز
فیروز سینٹر غزنی سٹریٹ اردو بازار لاہور
فون: 042-37351963 موبائل: 0331-4489310
E-mail:nastalique786@gmail.com

Marfat.com

صاحبزادہ سلطان ارشد القادری

کے نام

جنہوں نے علومِ اولیاء اللہ کی اِشاعت کا بیڑا اُٹھایا ہے۔ رِجالِ غیب، غوث، قُطب، اَبدال اُن کی دستگیری فرمائی اور اللہ اُنہیں کامیاب وکامران فرمائے۔

اَلسَّلامُ عَلَیْکُمْ یَا رِجَالَ الْغَیْبِ وَ اَرْوَاحَ الْمُقَدَّسَةِ اَغِیْثُوْنِیْ بِغَوْثَةٍ وَانْظُرُنِیْ بِنَظْرَةٍ یَارُقَبَاءُ یَا نُجَبَاءُ یَا اَبْدَالُ یَا اَوْتَادُ یَا غَوْثُ یَا قُطْبُ اَغِیْثُوْنِیْ بِهٰذَاالْاَمْرِ سَلَّمَکُمُ اللّٰهُ فِی الدِّیْنِ وَالدُّنْیَا وَالْاٰخِرَةِ بِحَقِّ سَیِّدِنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدٍ وَّاٰلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ اَجْمَعِیْنَ بِرَحْمَتِکَ یَا اَرْحَمَ الرَّاحِمِیْنَo

دُعا گو و دُعا جو: سیّد احمد سعید ہمدانی

Marfat.com

فہرست

صفحہ نمبر	عنوان	نمبر شمار
9	انتساب	1
11	دیباچہ جناب شیخ عبدالروف لوتھر (شہید)	2
15	ابتدائیہ: (عرض حال) پروفیسر سید احمد سعید ہمدانی	3
18	دوسرا ایڈیشن پروفیسر سید احمد سعید ہمدانی	4
19	ھو اللہ احد اللہ الصمد	5
19	ظاہری و باطنی وسائط	6
20	سر قدر کا تعلق باطن سے ہے	7
21	رحمت عام کے وسائط	8
22	ابدال اور سر قدر	9
22	قرآن مجید میں قطب الزمان کا ذکر	10
25	احادیث میں موسیٰ و خضر کا واقعہ	11
26	کیا یہ واقعات مکاشفہ تھے؟	12
26	خضر کون تھے؟	13
29	خضر علیہ السلام کا خاص علم	14
32	خضر علیہ السلام قطب الاقطاب یا غوث تھے	15

Marfat.com

16	کیا خضر زندہ ہیں؟	34
17	خضر بطور صاحب ارشاد ولی	34
18	واقعہ موسٰی اور خضر کی حکمت (سر قدر اور مشیت)	35
19	موسیٰ و خضر کے واقعہ سے مستنبط معلومات	36
20	احادیث میں ذکر ابدال	38
21	احادیث رسول اللہ ﷺ	39
22	احادیث سے مزید معلومات کا استنباط	41
23	علوم اولیاء اللہ میں ذکر ابدال	42
24	اولیاء اللہ اور رجال غیب	42
25	ابدال کا انتخاب وتقرر	42
26	ابدالوں کا رہن سہن	46
27	ابدالوں کے تصرفات	48
28	محرک اور نگران	53
29	ابدال اور تقدیر	54
30	تصرفات (بذریعہ دعاء وتوجہ)	54
31	طے الارض اور دوسری قوتیں	56
32	ابدالوں کے مناصب	58
33	غوث	58
34	غوث کے برابر اس سے بڑے اولیاء اللہ	60
35	قطب	63

Marfat.com

36	قطب کے برابر اولیاء اللہ	64
37	اوتاد	65
38	اخیار، نجبا، نقبا، ابدال وغیرہ	65
39	مجذوبوں کی خدمات	65
40	روحانی نظام خدمت	67
41	تعداد	67
42	ہر دور میں تنظیم	68
43	اس دور کا غوث	69
44	چشتیہ طریق کے نگران اولیاء اللہ	69
45	حکمرانوں کے گرد اہل خدمات	69
46	ایوان الصالحین یا روحانی دربار	70
47	ابدالوں سے تعلق پیدا کرنے کا طریقہ	73
48	انتباہ	76
49	ایک خط اور اعتراضات	79
50	ایک کتاب اور اسکی تلخیص	90
51	تبصرہ	101
52	حاشیہ جات	104
53	فہرست کتب (جن کے حوالے دیئے گئے)	110

Marfat.com

''حقیقت یہ ہے کہ جو کچھ دنیا میں ہے، یہ سب پرتو باطنی ہے۔''

''..........اور یہ تم کیا کہتے ہو کہ جو ہونا ہوتا ہے، وہ ہو کر رہتا ہے، مقدر ٹل نہیں سکتا ہے..........مقدر چیز ہی کیا ہے اور ہونا کس شے کا نام ہے؟ یہ سب کچھ اہل اللہ کے ہاتھ میں ہے۔ ان کی توجہ پر سارے دارو مدار ہیں۔ الٹے کو سیدھا اور سیدھے کو الٹا کر سکتے ہیں اور کیا ہے اور کرتے رہتے ہیں۔''

حضرت حاجی عبداللہ شاہ رحمۃ اللہ علیہ

(بادشاہ غوث وقطب)

Marfat.com

فرمایا:

''اہل خدمات مقلب القلوب ہوتے ہیں۔ دل بدل دیتے ہیں۔''

فرمایا:

''یہ لوگ اپنے آپ کو ظاہر نہیں کرتے، ورنہ فیض چھن جانے کا خطرہ رہتا ہے اور سزا بھی ملتی ہے۔''

حضرت سید محمد وراثت حسین شاہ

(رحمۃ اللہ علیہ)

Marfat.com

دیباچہ

انسان کا شیوۂ جدّت ہر دور میں ذوقِ نگاہ سے دیکھا جاتا ہے۔ ذہن وقلب سے سراہا جاتا ہے۔ پروفیسر سید احمد سعید ہمدانی صاحب نے بھی جدّت کا ایک شاہکار منظر عام پر ظاہر کرنے کی جُرأتِ رندانہ کی ہے۔ جو ''حقیقتِ ابدال'' کے عنوان سے حاضرین کے پیش خدمت ہے۔ ''حقیقتِ ابدال'' پر بہت سے اصفیاء نے اپنے اظہار خیال سے عوام کو نوازا ہے۔ مگر ان کا مطالعہ کرنے والوں کی تشنگی کم ہونے کی بجائے اور بھی زیادہ بڑھ جاتی رہی ہے۔ اب صاحب موصوف نے اپنی ٹھوس محنت، کدو کاوش سے چند خصوصیات ابدال وقطب، کو طشت از بام کیا ہے۔ ''حقیقتِ ابدال'' کا تعلق چونکہ مشاہدے سے ہی نہیں، بلکہ تجربہ سے وابستہ ہے، اس لئے اصفیاء حضرات اپنے اپنے مشاہدے و تجربات کے مطابق صرف اتنا ہی بیان کرنے پر موقوف رہے جتنا کہ انہوں نے عوام الناس کے لئے ضروری سمجھا۔ تا کہ وہ ان کے بیان سے فیض یاب ہوسکیں اور صراطِ مستقیم سے بھٹک نہ جائیں۔

پروفیسر سیّد احمد سعید ہمدانی نے پُرانے اصفیاء کے ان تمام بکھرے ہوئے موتیوں کو ایک سلک میں پرو کر ایک خُوشنما پیارا ہار بنا کر ہمارے سامنے رکھ دیا ہے جس کی شکل وصورت نہایت ہی دل پذیر اور دل کی گہرائیوں میں اتر جانے کی خاصیت رکھتی ہے۔ اسرارِ ابدال سے متعلق کُتب میں کچھ ایسے بھی اسرار شامل ہیں جو کئی ایک حضرات پر کُھل چکے ہیں۔ اور چند ایک ایسے بھی ہیں جنہیں شاید ابھی تک بیان کرنے سے گریز کیا گیا ہے۔ اس نکتہ کو اہل نظر ہی بہتر طور پر سمجھ سکتے ہیں۔ صاحبِ موصوف کی کاوش، ہمّت اور جذبات بے شک وشبہ قابل قدر ہیں کہ انہوں نے واقعی حقِ تحقیق ادا کیا ہے اور انتہائی جانفشانی سے لامحدود علم حقیقتِ ابدال کو یکجا کر کے ہمارے مفاد میں پیش کر دیا ہے۔ قرآن وحدیث کے حوالے، بزرگوں کے مکاشفات، دلائل و امثال اہل کمال بیان کرتے ہوئے کتبِ ہذا میں گونا گوں رنگوں سے گلکاری کر دی ہے جو قلب و

Marfat.com

روح کو فرحت پہنچاتے ہیں۔ آپ نے بجا طور پر واضح کر دیا ہے کہ ہر زمانے میں ایک بزرگ اس مقام (غوث) پر ہوتا ہے اور وہ گوناگوں طریقوں سے کارگاہ حیات میں لوگوں کا مددگار و معاون ہوتا ہے۔ ایسی ہستی کو سرِّ قدر کا علم دیا جاتا ہے تاکہ مشیّتِ ایزدی کو عملی جامہ پہنا سکے، جس کی خاطر اس کو خاص قوتیں عطا کی جاتی ہیں۔ ایسے حضرات عموماً عام نگاہوں سے اوجھل ہوتے ہیں مگر صرف ان اشخاص پر ظاہر ہوتے ہیں۔ جن کو ان کے متعلق اللہ تعالیٰ کسی طریقہ سے مطلع کر دیتا ہے اور ان کو ظاہر ہونے کا حکم بھی ہوتا ہے۔ کچھ لوگوں کا خیال ہے کہ یہ حضرات شریعت ظاہری کے پابند ہوتے ہیں۔ مگر کئی مواقع ایسے بھی ان کی زندگی میں آتے ہیں کہ باطنی شریعت کے احکامات ان پر نافذ کر دیئے جاتے ہیں۔ جیسے کہ حضرت خضر علیہ السلام کے متعلق ذکر آتا ہے۔ یہ حضرات اپنی ذاتی خواہشات کو مکمل طور پر ختم کر چکے ہوتے ہیں۔ ان کے احاطۂ کارکردگی میں افراد سے لے کر ملکوں کے معاملات اور ان کے تغیر و تبدل کرنا شامل ہوتے ہیں۔ لیکن یہ اپنی خواہش سے کوئی قدم نہیں اٹھا سکتے۔ البتہ کبھی کبھی اللہ تعالیٰ کے روبرو بواسطہ نبی اکرم محمد مصطفیٰ ﷺ کسی شخص، ملک اور قوم کے دعا گو ہوتے ہیں جو عموماً قبول ہوتی ہے۔ یہ حضرات یونہی دعا نہیں مانگتے بلکہ ان کا طریقہ یہ ہوتا ہے کہ پہلے اس شخص، ملک یا قوم کے متعلق خوب جان لیتے ہیں اور اپنے ظاہر و باطنی مشاہدہ سے معلومات صحیحہ حاصل کر چکے ہوتے ہیں۔ ظالم و مظلوم میں فرق دیکھ لیتے ہیں۔ تب جا کر کہیں دعا کے لئے ہاتھ اٹھانے کی ہمت کرتے ہیں۔ تاکہ ظلم کو ختم کیا جا سکے اور امن و امان قائم کرنے کی راہ ہموار کی جائے۔

غوث و ابدال کا نظام بہت وسیع ہے اور تمام کائنات میں اس کا وجود موجود ہے۔ جو ہر کس و ناقص کی عقل سے بعید ہے۔ اخیار، ابدال، ابرار، نجباء، اوتاد، نقباء اور قطب و غوث۔ ان کی تعداد حضرت داتا گنج بخش ہجویری رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب ''کشف المحجوب'' میں بیان کی ہے۔ دوسرے روحانی شہسواروں نے مختلف تعداد بیان کی ہے۔ ان کی تعداد میں تبدیلی کے امکانات ہو جاتے ہیں۔ جو آبادی کی وجہ سے ظہور پذیر ہوتے ہیں۔ بہر حال نظام قائم ہے اور یہ

Marfat.com

نظام مخفی طور پر برسرِ عمل ہے۔

کچھ بزرگوں کی زبان سے سننے میں آیا ہے کہ جس طرح ہندوؤں نے دنیا کے ممالک کی تقسیم سات حصوں میں کی تھی قریب قریب اسی نہج پر یہ روحانی نظام کارفرما ہے۔ حالات و واقعات کے مطابق خطوں کی تقسیم بدلتی رہتی ہے اور اقطاب کا دائرہ اختیار اسی کے مطابق ہوتا جاتا ہے۔ روحانی تنظیمیں ان سب کی ممد و معاون ہوتی ہیں۔ اور آخری فیصلے کہیں اور جگہ ہوتے ہیں۔ یہ بزرگ حضرات ان سے بخوبی واقف ہوتے ہیں جو اوپر کی سطح پر متعین ہوتے ہیں۔ اس نظام کے متعلق پروفیسر سید احمد سعید ہمدانی صاحب نے بڑی محنت و کاوش سے حقائق اکٹھے کئے ہیں کہ قارئین کم از کم معلومات کی سطح پر ہی بہرہ ور ہو سکیں۔ صاحب موصوف پر کتب کے مطالعہ اور نظر عمیق رکھنے والے اہلِ نظر بزرگوں سے ملاقاتوں کے دوران میں جو کچھ راز منکشف ہوئے ہیں ان کو آسان اور دلکش انداز سے اس کتاب میں بیان کر کے انہوں نے ہم پر احسانِ گراں کیا ہے۔

اس میں کسی شک و شبہ کی گنجائش نہیں کہ یہ رُوحانی مینار اللہ تعالیٰ کے عطا کردہ انداز سے مخلوقات کو فیضیاب کرنے میں نہ تو کوتاہی کر سکتے ہیں اور نہ ہی پیچھے ہٹتے ہیں۔ ان کا دائرہ اختیار اپنی اپنی حیثیت کے مطابق ہوتا ہے۔ ان کا تصرف بہت زیادہ وسیع ہوتا ہے۔ ویسے تو ہر طرح کے ولی اللہ بھی تصرف کرتے ہیں۔ مگر ان کا احاطہء کارکردگی وسیع نہیں ہوتا۔ جیسا کہ مصنف کتاب ہذا نے ذکر کیا ہے کہ ان کے اپنے رابطے ہوتے ہیں اور ان کی ہر دیوان میں حاضری ہوتی ہے، جس میں مختلف امور پر گفت و شنید کے بعد فیصلے کئے جاتے ہیں۔ معاملات کو اس طریقے سے سلجھایا جاتا ہے جو خالق ارض و سماء کی حکمت کے عین مطابق ہوتا ہے۔

کتاب تحریر کرنے میں عام فہم زبان استعمال کی گئی ہے۔ مگر ان کے کئی جملوں میں بین السطور کچھ راز بھی ضرور پنہاں ہیں جو صاحب نظر سمجھ سکتے ہیں۔ اسلوب بیان بہت ہی پیارا ہے اور کڑی سے کڑی ملاتے جاتے ہیں کہ پڑھنے والے کو سمجھنے کے لئے کسی قسم کی دقت پیش نہ

Marfat.com

آئے۔ ''ایں سعادت بزور بازو نیست''

جیسا کہ پروفیسر ہمدانی صاحب نے بیان کیا ہے کہ ابدالوں کا کام عمومی طور پر عامہء خلائق کی بہبود سے وابستہ ہے اور خاص طور پر امت محمدیہ ﷺ کی فلاح ان کا مقصد ہے۔ اس لئے وہ امت کے لئے دعا کرنے والے سے انس پیدا کر لیتے ہیں۔ مگر جب اس امت کے پیروکار ایک حد سے تجاوز کر جانے میں فخر محسوس کرتے ہیں تو ان ہستیوں کے تیور بدل جاتے ہیں جس سے نقصان کی توقع ہو سکتی ہے اور یہ نقصان حکماء کے آپریشن کرنے کے مصداق ہوتا ہے تاکہ فرد یا قوم سے اس زہریلے مادے کو نکال کر جسم کو پاک و صاف کیا جائے۔

اللہ جل شانہ، نے تخلیق آدم سے آج تک اور آج سے روز قیامت تک کا جو نقشہ تیار کر رکھا ہے اسی کے مطابق اس عالم فانی میں عمل کار فرما ہے۔ انسان اپنی جدوجہد کرتا ہے اور اللہ اپنا نظام قائم رکھے ہوئے چلاتا ہے۔ مَكَرُوْا وَمَكَرَ اللّٰهُ وَاللّٰهُ خَيْرُ الْمَاكِرِيْنَ ٥ (لوگ اپنی تجویزیں بناتے اور چلاتے ہیں اللہ (بھی) اپنی تجویزیں چلاتا ہے مگر اللہ کی تجویزیں ہر مخلوق کے لئے خیر و بہتری پر مبنی ہوتی ہیں) اس کو نافذ کرنے کے لئے فرشتے کام کرتے ہیں اور یہ سلسلہ اولیاء اللہ یعنی ابدال و اوتاد، نجباء، اقطاب و غوث بھی اسی کار خیر میں شامل ہوتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ ہم سب کو نیکی کے راستہ پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے اور ان حضرات کی نگہبانی نصیب کرے۔ آمین!

۲/فروری ۱۹۸۳ء — عبد الرؤف لُوتھر

لاہور

☆☆☆

Marfat.com

ابتدائیہ:

عرضِ حال

لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰه

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْم

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ○ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْم○

(سب تعریف اللہ کو ہے جو صاحب سارے جہان کا، بہت مہربان نہایت رحم والا)

وقَال اللّٰه تعالیٰ!

كَتَبَ رَبُّكُمْ عَلٰى نَفْسِهِ الرَّحْمَةَ (الانعام: ۵۴)

(تمہارے ربّ نے اپنے اوپر مہر کرنی لکھی ہے)

وَمَا ارسلنک الا رحمة اللعلمین (الانبیاء: ۱۰۷)

(اور ہم نے تجھ کو نہیں بھیجا مگر عالموں کے واسطے رحمت)

وَفِی الْقَصِیدَہ:

مُحَمَّدٌ سَيِّدُ الْكَوْنَيْنِ وَ الثَّقَلَيْنِ
وَالْفَرِيْقَيْنِ مِنْ عَرَبٍ وَّ مِنْ عَجَمٍ
نَبِيُّنَا الْاٰمِرُ النَّاهِيْ فَلَا اَحَدٌ
اَبَرَّ فِيْ قَوْلِ لَا مِنْهُ وَلَا نَعَمٍ
هُوَ الْحَبِيْبُ الَّذِيْ تُرْجٰى شَفَاعَتُهٗ
لِكُلِّ هَوْلٍ مِّنَ الْاَهْوَالِ مُقْتَحَمٍ

(محمد رسول اللہ ﷺ دنیا و آخرت اور جن و انس کے سردار ہیں اور عرب و عجم دونوں فریقوں کے سردار، امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کرنے والے ہمارے نبی، "ہاں" "نہیں"

Marfat.com

بولنے میں ان سا سچا کوئی نہیں۔ وہی اللہ کے ایسے حبیب ہیں کہ ان کی شفاعت کی امید ہے۔ ہر ایک خوف کے وقت جو آنے والے خوف ہیں)

صَلَّ اللّٰهُ عَلٰى حَبِيْبِهٖ مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى آلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ وَبَارِكْ وَسَلِّمْo

اَمَّا بَعد:

چند سال ہوئے ہیں اس فقیر نے دو بزرگوں کے حالات پر مشتمل ایک کتاب لکھی جس کا نام ''تذکرۂ غوث وقطب'' رکھا۔ وجہ تسمیہ صرف اس قدر تھی کہ اس سے بہتر اور کوئی نام اس وقت سوجھا نہیں تھا اور پھر میری نظر میں وہ دونوں بزرگ غوث وقطب کے مراتب کے حامل تھے۔ بہت سے حضرات نے غوث وقطب اور اس قبیل یا طبقے کے اولیاء اللہ کے متعلق جاننا چاہا جنہیں ابدال کہتے ہیں۔ ان کی تمنا تھی کہ ان کے مناصب وفرائض کے متعلق جہاں تک ممکن ہو، علمی طور پر آگاہ کیا جائے۔

پرانے بزرگوں نے اس طبقے کے ولیوں کا مجمل طور پر اپنی کتب میں ذکر ضرور کیا ہے اور بعض نے بہت ہی مختصر رسائل بھی لکھے۔ مگر کسی نے کچھ پہلوؤں کو اجاگر کیا اور دوسروں نے کچھ اور خصوصیات نمایاں کیں۔ دراصل جو کچھ انہوں نے لکھا، وہ ہر ایک کے اپنے اپنے مشاہدے اور تجربے کا ماحصل تھا۔ ایسا کوئی رسالہ نہ تھا جس میں ان سب مشاہدات کو یکجا کر کے معلومات کو کسی قدر مربوط صورت میں پیش کیا جائے۔ یہ رسالہ اسی امر کے لئے کوشش کا ایک مظہر ہے۔

ممکن ہے بعض حضرات اسے صوفیاء و اولیاء اللہ کے اسرار کا بے جا اظہار بھی خیال فرمائیں۔ مگر یہ سارے وہی اسرار ہیں جو دوسروں پر کھل چکے ہیں اور بیان بھی کئے جا چکے ہیں۔ یہاں تو صرف ان اسرار کو یکجا کر کے مرتب و محفوظ کر دیا گیا ہے۔ یہ فقیر اگر اس سے زیادہ کچھ کرتا تو شاید ملامت کا مورد ٹھہرتا۔

ایک اور بات یہ ہے کہ کرامات کے بیان سے صوفیاء کے تذکرے پہلے سے پُر ہیں۔

Marfat.com

یہاں کسی نکتے یا خصوصیت کی وضاحت کے لئے اگر خوارق عادت واقعات کا ذکر کیا گیا ہے تو ان کے انتخاب و بیان میں کوشش یہی رہی ہے کہ انہیں تحقیقی لحاظ سے صحیح مانا جا سکے۔ یعنی روایت کے لحاظ سے خواہ وہ تحریری شکل میں ہوں یا نہیں لیکن انہیں سنانے یا ان کے ماننے والے ایسے ہوں کہ اس علم کے اہل لوگ انہیں درست تسلیم کر سکیں۔

جہاں کہیں آیات قرآنی کا ترجمہ لکھا ہے، وہاں اس فقیر نے حضرت شاہ عبدالقادر دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کے ترجمہ کو ترجیح دی ہے جو ولی اللّٰہی خاندان میں فقر کی وجہ سے ممتاز (۱) تھے۔ البتہ اس قدر ترمیم کی جسارت کی ہے کہ ان کے جملوں کی بناوٹ کو حال کے محاورے میں بدل کر لکھا ہے تا کہ ترجمہ بھی صحیح ہو اور پڑھنے والے کو سمجھنے میں بھی آسانی رہے۔

تمام بیان میں اختصار کو ملحوظ رکھا گیا ہے اور ان اسرار کے بیان میں یہی زیبا و مناسب تھا۔

تلقینِ درسِ اہلِ نظر یک اِشارت است
کر دم اِشارتے و مکرّر نمی کُنم

سیّد احمد سعید ہمدانی

۷/ستمبر ۱۹۸۳/ ۲۹ ذیقعد ۱۴۰۳ھ نوشہرہ (ضلع خوشاب) پنجاب

☆☆☆

(۱) بیان کیا گیا ہے ”شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ بڑے صاحب کشف تھے، اور اس خاندان میں آپ کا کشف سب سے بڑھا ہوا تھا............شاہ عبدالقادر صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا معمول تھا کہ کسی کی تعظیم نہ دیتے تھے، مگر سید کی تعظیم دیتے تھے، خواہ سنی ہو یا شیعہ.........شاہ عبدالقادر صاحب سے کرامات کا اس زور وشور سے صدور ہوتا تھا جیسے خزاں کے زمانہ میں پت جھڑ ہو یا بارش کی وقت بوندیں گرتی ہیں۔“

Marfat.com

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْم

دُوسرا ایڈیشن

پہلا ایڈیشن چھپا تو تصوف سے دلچسپی رکھنے والے قارئین نے کتاب پسند کی۔ بعض نے یہ بھی کہا کہ اس سے نہ صرف اُن کی معلومات میں اضافہ ہوا بلکہ انہوں نے ذوق وشوق کی کیفیات بھی محسوس کیں البتہ جدید تعلیم یافتہ طبقہ کے لوگوں کو یہ سب باتیں نامانوس معلوم ہوئیں حتیٰ کہ اسلوب بھی ان کو کچھ اجنبی اور پُرانا دکھائی دیا۔ اس پر گو کتاب اپنی جگہ مکمل تھی مگر اب کے ازسرنو ایک ضمیمہ ترتیب دے کر کتاب کے ساتھ شامل کر دیا گیا ہے۔

خُدا کرے کہ جدید تعلیم یافتہ طبقہ کے افراد بھی اسے کچھ قابل قبول پائیں۔ حق یہ ہے کہ ذہن کھولنے والا تو خُود اللہ تعالیٰ ہی ہے۔ اپنے طور پر تو ہم کوشش ہی کر سکتے ہیں۔ ہوسکتا ہے اللہ ان باتوں کو سمجھنے کے لئے ان کے فہم و اِدراک میں کُشاد پیدا کر دے۔ والسلام

نوشہرہ (ضلع خوشاب) سیّد احمد سعید ہمدانی

Marfat.com

ھُوَ اللّٰہُ اَحَد ○ اَللّٰہُ الصَّمَدُ

اللہ کی ذات اُحد وصَمد ہے۔ صَمد اُس سردار اور آقا کو کہتے ہیں جس کی طرف حاجتوں اور رغبتوں کے لئے رجوع کیا جاتا ہے۔ قاضی محمد سلیمان منصور پوری رحمۃ اللہ علیہ ''اَلصَّمَد'' کی شرح میں فرماتے ہیں:

''صَمد وہ سَیِّد ہے جو سیادت میں کاملِ ہو۔ وہ مالک شرف ہے جو شرف میں کامل ہو۔ وہ عظیم ہے جو عظمت میں کامل ہو۔ صمد وہ ہے جو جملہ شرف وسیادت میں کامل ہو۔ لہٰذا اللہ تعالیٰ کے سوا اور کوئی بھی صمد ہونے کی شان نہیں رکھتا .... صمد میں معنیء جامعیت پائے جاتے ہیں۔''(۱)

وہ ہر شے پر قادر ہے اور جو چاہتا ہے کرتا ہے یَفْعَلُ اللّٰہُ مَا یَشَاءُ بِقُدْرَتِہٖ وَیَحْکُمُ مَا یُرِیْدُ بِعِزَّتِہٖ (اللہ جو کچھ چاہے، اپنی قدرت کے ساتھ کرتا ہے اور فیصلہ کرتا ہے جو کچھ ارادہ کرے، اپنی عزت کے ساتھ)

لیکن اس کی مشیت اور حکم میں حکمت ہوتی ہے کیونکہ وہ حکیم ہے۔ کوئی تنکا بھی اگر اپنی جگہ سے ٹلتا ہے اور ایک ذرہ بھی اپنی جگہ سے ہٹتا ہے تو ان کی یہ حرکت الٰہی مصلحت وحکمت سے خالی نہیں ہوتی۔ انفس وآفاق کے مطالعہ سے یہ حکمتیں کہیں انسانی سمجھ میں آتی ہیں اور کہیں نہیں بھی آتیں۔ لیکن کارگاہ تقدیر میں مشیت از روئے حکمت بدستور کام کرتی رہتی ہے۔

ظاہری وباطنی وسائط:

اس کارگاہ میں تقدیر کو ظہور میں لانے کے لئے وسائط واسباب کی بھی کمی نہیں۔ یہ بھی

Marfat.com

خود اسی کے تخلیق کردہ ہیں وَمَا یَعْلَمُ جُنُوْدَ رَبِّکَ اِلَّا ھُوَ (۷۴:۳۱)
''اور تیرے رب کے لشکر کوئی نہیں جانتا مگر وہی آپ۔'' پھر جیسے اس پوری کائنات کا ایک ظاہر ہے اور ایک باطن، اسی طرح ان وسائط کا بھی ایک ظاہر ہے اور ایک باطن۔ ظاہر بینوں کی نظریں صرف ظاہر پر پڑتی ہیں اور اہل باطن اپنی بصیرت سے حالات و واقعات کے پیچھے اصل محرکات کو پہچان کر اللہ کی مشیت کے سامنے سر تسلیم خم کر دیتے ہیں کیونکہ وہ جانتے ہیں کہ مسبب الاسباب اللہ ہے۔ جو صمد ہے، حکیم ہے، خبیر ہے اور لطیف ہے کہ بڑے نازک اور باریک راستوں سے اپنی تقدیر کو ظہور میں لاتا ہے۔ پھر ظاہر بھی وہی ہے اور باطن بھی وہی۔ اس نے اگر ظاہر میں انسان کو مجبور و مختار بنایا تو اس کی مجبوری اور اختیار کی اصل حکمت بھی صرف وہی جانتا ہے یا اپنے ان عارفوں کو اس کی معرفت عطا کرتا ہے جن کی عقول اس کی متحمل ہو سکتی ہیں۔

سرِّ قدر کا تعلق باطن سے ہے:

یہ نظام کائنات اگر ریاضی واقلیدس کے قاعدوں کی طرح درست اور بجا طور پر چل رہا ہے تو باطن میں اس کی تقدیر بھی اسی طرح کارفرما ہے۔ ظاہر میں جو باتیں ہمیں اس بارے میں معلوم ہوتی ہے وہ کبھی غلط ہوتی ہیں اور کبھی ٹھیک اور جہاں تک باطن کا تعلق ہے تو اس عالم میں تقدیر کا راز صرف عارفوں کے علم میں آتا ہے۔

ظاہر میں تو یہی نظر آتا ہے کہ زلزلے، سیلاب، حادثات، حکومتوں کا ردوبدل یہ سب کچھ ظاہری اور طبعی حالات کا نتیجہ ہے مگر آسمانی کتابیں تو انہیں باطن میں براہ راست الٰہی حکم کے تابع قرار دے رہی ہیں۔ ظاہر و باطن کی وسعتوں کی حدود کو کون دریافت کر سکتا ہے اور باطن میں ارادہ و مشیت الٰہی کا راز کون بتا سکتا ہے؟ ہر ایک نے اتنا ہی بتایا جتنا اللہ نے اسے علم دیا تھا یا جس قدر اسے اللہ کی طرف سے بتانے کا اذن ملا تھا۔

انسانی معاشرے میں ظاہر بین اس بارے میں سب کچھ جاننے کا دعویٰ کرتے ہیں کیونکہ ان کے خیال میں اس کی تشکیل انہی کے ہاتھوں عمل میں آ رہی ہے۔ اس طرح معاشرے

Marfat.com

کے رویہ یا تاریخ کے عمل سے جو قوتیں ظاہر ہوتی ہیں، ان کے نزدیک وہی تقدیر کی خالق ہیں۔ گویا ان کے زعم میں سرِّ قدر کا تعلق امر الٰہی سے نہیں بلکہ صرف اسی مادی عالم اسباب سے ہے۔ ان کے خیال کے مطابق یہی عالم تقدیر کا خالق بھی ہے اور اس کی مخلوق بھی۔ ان کے وہم و گمان کی رو سے تقدیر کا راز بس یہی ہے۔ مگر آسمانی کتابیں سرِّ قدر کو اللہ کی ذات و صفات سے متعلق بتاتی ہیں اور قرآن کہتا ہے کہ اس بھید کو سمجھنا یوں آسان نہیں کہ کُلَّ یَوۡمٍ ھُوَ فِی شَانٍ کی رو سے ہر روز بلکہ ہر لمحہ وہ ایک نئی حالت میں ظاہر ہو رہا ہے۔ اس جہت سے یہ سرِّ قدر تو ایک لامحدود نظام مشیت سے متعلق ہے جس کا علم صرف اسی کو ہے جب کہ ہمارے لئے عالم تکوین بھی ایک معمہ ہے اور اس کے امور و اسباب پر بھی اسرار کے پردے پڑے ہوئے ہیں۔ کہیں سے کچھ پردہ سرکایا گیا تو ہمیں کچھ حقیقت حال کا پتہ چل گیا ورنہ بات یہیں تک رہتی ہے:

علم کیا علم کی حقیقت کیا
جیسی جس کے گمان میں آئی

انسان جو کچھ کرتے ہیں اور جو کچھ ان پر بیت جاتی ہے، ہمارے لئے تو اسی کا احاطہ کرنا مشکل ہے۔ بے شمار اسباب و علل ظاہر و باطن میں سرگرم کار ہیں۔ باطن تو رہا ایک طرف، ظاہری عالم اسباب کا احاطہ بھی نہیں کیا جا سکتا۔ باطن کے مطالعہ و مشاہدہ کے لئے تو ویسے بھی ایک الگ نظر درکار ہے جو کسی کسی کے پاس ہوتی ہے اور یہ وہی لوگ ہوتے ہیں جنہیں رَاسِخُوۡنَ فِی الۡعِلۡمِ کہا گیا ہے۔

رحمتِ عام کے وسائط:

جیسا کہ ذکر ہوا، سرِّ قدر کا علم تو لامحدود ہے لیکن قرآن مجید میں کچھ وسائط کی طرف اشارہ کیا گیا ہے اور اللہ تعالیٰ نے بتایا کہ اپنی رحمت کو عام کرنے کے لئے اس نے کچھ کارکن اس کی خاطر مخصوص کر رکھے ہیں اور وہ دن رات اس میں لگے ہوئے ہیں۔ وہ اللہ کے امر کو جاری بھی کرتے ہیں اور اللہ کے امر سے بچاتے بھی ہیں۔ لَہٗ مُعَقِّبٰتٌ مِّنۡۢ بَیۡنِ یَدَیۡهِ وَمِنۡ خَلۡفِهٖ

Marfat.com

يَحۡفِظُوۡنَهٗ مِنۡ اَمۡرِ اللّٰهِ (الرَّعد:١١)

(انسان کے آگے پیچھے پہرہ دار لگے ہوئے ہیں جو اسے اللہ کے امر سے بچائے رکھتے ہیں)

اَبدال اور سِرِّ قدر:

ہمیں معلوم نہیں ہوتا کہ یہ کام کیسے ہوگیا یا اس کے پیچھے کیا محرک تھا، مگر اہل باطن محرکات کو جانتے ہیں اور اس کی حکمتوں اور اس کے بارے میں اللہ کی مشیت سے بھی واقف ہیں جو اللہ کے بندے اس نظام کی کاروائی پر مامور و متعین ہیں، انہیں عام طور پر ابدال کہا جاتا ہے(۲)۔ یہ اس کے حکم سے اس دنیا میں تکوینی امور کے بندوبست کے لئے مقرر ہیں اور خفیہ طور پر اپنی ودیعت شدہ قوتوں کے ساتھ کام میں مصروف رہتے ہیں۔

یہ ابدال سرقدر کے آلہء کار ہیں اور ان کا علم صرف انہی سے مخصوص ہوتا ہے۔ سوائے اس کے کہ اللہ کسی کو کسی قدر اس میں شریک فرمادے۔

قرآن و حدیث اور علوم اولیاء اللہ میں زمرۂ ابدال کا تذکرہ ملتا ہے اور یہ اللہ کی مشیت کے ان بے شمار وسائط میں سے ایک طبقہ ہے جو عالم تکوین پر اثر انداز ہو رہا ہے یا اس میں اس کے اذن سے دخیل ہے۔

قرآن مجید میں ایک بزرگ و برتر شخص کا جسے عام طور پر قطب الزمان، قطب الاقطاب یا غوث کہا جاتا ہے، ذکر ملتا ہے۔ اس مرتبہ کا شخص زمرۂ ابدال میں بلندترین مقام پر فائز ہوتا ہے۔

قرآن مجید میں غوث یا قُطب الزَّمان کا ذکر:

سورۂ کہف میں مُوسیٰ علیہ السلام و خضر علیہ السّلام کا واقعہ یوں بیان کیا گیا ہے:

وَاِذۡ قَالَ مُوۡسٰى لِفَتٰٮهُ لَاۤ اَبۡرَحُ حَتّٰۤى اَبۡلُغَ مَجۡمَعَ الۡبَحۡرَيۡنِ اَوۡ اَمۡضِىَ حُقُبًا ۝ فَلَمَّا بَلَغَا مَجۡمَعَ بَيۡنِهِمَا نَسِيَا حُوۡتَهُمَا فَاتَّخَذَ سَبِيۡلَهٗ فِى الۡبَحۡرِ سَرَبًا ۝ فَلَمَّا جَاوَزَا

۱۲۵۷۷۲

Marfat.com

قَالَ لِفَتٰىهُ اٰتِنَا غَدَآءَنَا لَقَدْ لَقِيْنَا مِنْ سَفَرِنَا هٰذَا نَصَبًا ۝ قَالَ اَرَءَيْتَ اِذْ اَوَيْنَآ اِلَى
الصَّخْرَةِ فَاِنِّيْ نَسِيْتُ الْحُوْتَ وَمَآ اَنْسٰنِيْهُ اِلَّا الشَّيْطٰنُ اَنْ اَذْكُرَهٗ ۚ وَاتَّخَذَ سَبِيْلَهٗ
فِي الْبَحْرِ عَجَبًا ۝ قَالَ ذٰلِكَ مَا كُنَّا نَبْغِ فَارْتَدَّا عَلٰٓى اٰثَارِهِمَا قَصَصًا ۝ فَوَجَدَا
عَبْدًا مِّنْ عِبَادِنَآ اٰتَيْنٰهُ رَحْمَةً مِّنْ عِنْدِنَا وَعَلَّمْنٰهُ مِنْ لَّدُنَّا عِلْمًا ۝ قَالَ لَهٗ مُوْسٰى هَلْ
اَتَّبِعُكَ عَلٰٓى اَنْ تُعَلِّمَنِ مِمَّا عُلِّمْتَ رُشْدًا ۝ قَالَ اِنَّكَ لَنْ تَسْتَطِيْعَ مَعِيَ صَبْرًا ۝
وَكَيْفَ تَصْبِرُ عَلٰى مَا لَمْ تُحِطْ بِهٖ خُبْرًا ۝ قَالَ سَتَجِدُنِيْٓ اِنْ شَآءَ اللّٰهُ صَابِرًا وَّلَآ
اَعْصِيْ لَكَ اَمْرًا ۝ قَالَ فَاِنِ اتَّبَعْتَنِيْ فَلَا تَسْئَلْنِيْ عَنْ شَيْءٍ حَتّٰٓى اُحْدِثَ لَكَ مِنْهُ
ذِكْرًا ۝ فَانْطَلَقَا ٙ حَتّٰٓى اِذَا رَكِبَا فِي السَّفِيْنَةِ خَرَقَهَا ؕ قَالَ اَخَرَقْتَهَا لِتُغْرِقَ اَهْلَهَا ۚ
لَقَدْ جِئْتَ شَيْئًا اِمْرًا ۝ قَالَ اَلَمْ اَقُلْ اِنَّكَ لَنْ تَسْتَطِيْعَ مَعِيَ صَبْرًا ۝ قَالَ لَا تُؤَا
خِذْنِيْ بِمَا نَسِيْتُ وَلَا تُرْهِقْنِيْ مِنْ اَمْرِيْ عُسْرًا ۝ فَانْطَلَقَا ٙ حَتّٰٓى اِذَا لَقِيَا غُلٰمًا
فَقَتَلَهٗ ۙ قَالَ اَقَتَلْتَ نَفْسًا زَكِيَّةًۢ بِغَيْرِ نَفْسٍ ؕ لَقَدْ جِئْتَ شَيْئًا نُّكْرًا ۝ قَالَ اَلَمْ اَقُلْ
لَّكَ اِنَّكَ لَنْ تَسْتَطِيْعَ مَعِيَ صَبْرًا ۝ قَالَ اِنْ سَاَلْتُكَ عَنْ شَيْءٍۢ بَعْدَهَا فَلَا
تُصٰحِبْنِيْ ۚ قَدْ بَلَغْتَ مِنْ لَّدُنِّيْ عُذْرًا ۝ فَانْطَلَقَا ٙ حَتّٰٓى اِذَآ اَتَيَآ اَهْلَ قَرْيَةِۣ
اسْتَطْعَمَآ اَهْلَهَا فَاَبَوْا اَنْ يُّضَيِّفُوْهُمَا فَوَجَدَا فِيْهَا جِدَارًا يُّرِيْدُ اَنْ يَّنْقَضَّ فَاَقَامَهٗ ؕ
قَالَ لَوْ شِئْتَ لَتَّخَذْتَ عَلَيْهِ اَجْرًا ۝ قَالَ هٰذَا فِرَاقُ بَيْنِيْ وَبَيْنِكَ ۚ سَاُنَبِّئُكَ بِتَاْوِيْلِ
مَا لَمْ تَسْتَطِعْ عَّلَيْهِ صَبْرًا ۝ اَمَّا السَّفِيْنَةُ فَكَانَتْ لِمَسٰكِيْنَ يَعْمَلُوْنَ فِي الْبَحْرِ فَاَرَدْتُّ
اَنْ اَعِيْبَهَا وَكَانَ وَرَآءَهُمْ مَّلِكٌ يَّاْخُذُ كُلَّ سَفِيْنَةٍ غَصْبًا ۝ وَاَمَّا الْغُلٰمُ فَكَانَ اَبَوٰهُ
مُؤْمِنَيْنِ فَخَشِيْنَآ اَنْ يُّرْهِقَهُمَا طُغْيَانًا وَّكُفْرًا ۝ فَاَرَدْنَآ اَنْ يُّبْدِلَهُمَا رَبُّهُمَا خَيْرًا مِّنْهُ
زَكٰوةً وَّاَقْرَبَ رُحْمًا ۝ وَاَمَّا الْجِدَارُ فَكَانَ لِغُلٰمَيْنِ يَتِيْمَيْنِ فِي الْمَدِيْنَةِ وَكَانَ تَحْتَهٗ

Marfat.com

كَنزٌ لَّهُمَا وَكَانَ اَبُوْهُمَا صَالِحًا ۚ فَاَرَادَ رَبُّكَ اَنْ يَّبْلُغَآ اَشُدَّهُمَا وَيَسْتَخْرِجَا

كَنزَهُمَا ۖ صلے رَحْمَةً مِّنْ رَّبِّكَ ۚ وَمَا فَعَلْتُهٗ عَنْ اَمْرِىْ ؕ ذٰلِكَ تَاْوِيْلُ مَالَمْ تَسْطِعْ

عَّلَيْهِ صَبْرًا ○ (٦٠ ـ ٨٢)

ترجمہ: اور جب موسیٰ نے اپنے جوان کو کہا: میں نہ ہٹوں گا جب تک دو دریا کے ملاپ تک نہ پہنچوں یا قرنوں چلتا جاؤں ○ پھر جب دو دریا کے ملاپ تک پہنچے، اپنی مچھلی بھول گئے۔ پھر اس نے دریا میں سرنگ بنا کر اپنی راہ لی ○ پھر جب آگے چلے، موسیٰ نے اپنے جوان کو کہا: ہمارے پاس ہمارا کھانا لا، ہم نے اپنے اس سفر میں تکلیف پائی ہے ○ وہ بولا: تو نے دیکھا جب ہم نے اس پتھر کے پاس جگہ پکڑی سو میں مچھلی بھول گیا اور مجھ کو شیطان نے ہی بھلا دیا کہ اس کا ذکر کروں اور وہ دریا میں عجب طرح اپنی راہ کر گئی ○ کہا: یہی ہے جو ہم چاہتے تھے۔ پھر اپنے پیر پہچانتے الٹے پھرے ○ پھر ہمارے بندوں میں کا ایک بندہ پایا جس کو ہم نے اپنے پاس سے اپنی مہر دی تھی اور اپنے پاس سے ایک علم سکھایا تھا ○ اس کو موسیٰ نے کہا: کہے تو اس پر تیرے ساتھ رہوں کہ جو کچھ بھلی راہ تجھ کو سکھائی ہے، مجھ کو سکھاوے ○ بولا: تو میرے ساتھ نہ ٹھہر سکے گا ○ اور کیونکر ایک چیز کو دیکھ کر ٹھہرے جس کی سمجھ تیرے قابو میں نہیں ○ کہا: اگر اللہ نے چاہا تو مجھ کو ٹھہرنے والا پاوے گا اور تیرا کوئی حکم نہ ٹالوں گا ○ بولا: پھر اگر میرے ساتھ رہتا ہے مجھ سے کوئی چیز مت پوچھیو جب تک میں تیرے آگے اس کا ذکر نہ کروں ○ پھر دونوں چلے یہاں تک کہ جب ناؤ میں چڑھے، اس کو پھاڑ ڈالا۔ موسیٰ بولا: تو نے اس کو پھاڑ ڈالا کہ اس کے لوگوں کو ڈبا دے۔ تو نے ایک انوکھی چیز کی ○ بولا: میں نے نہ کہا تھا۔ تو میرے ساتھ نہ ٹھہر سکے گا ○ کہا: مجھ کو میری بھول پر نہ پکڑ، مجھ پر میرا کام مشکل نہ ڈال ○ پھر دونوں چلے یہاں تک کہ ایک لڑکے سے ملے۔ اس کو مار ڈالا، موسیٰ بولا: تو نے بن بدلے کسی جان کے ایک جان مار ڈالی۔ تو نے ایک نامعقول چیز کی ○ بولا: میں نے تجھ کو نہ کہا تھا کہ تو میرے ساتھ نہ ٹھہر سکے گا ○ کہا: اگر اس کے پیچھے کوئی چیز تجھ سے پوچھوں پھر مجھ کو ساتھ نہ رکھیو، تو میری طرف سے الزام اتار چکا ○ پھر دونوں چلے

Marfat.com

یہاں تک کہ ایک گاؤں کے لوگوں تک پہنچے۔ وہاں کے لوگوں سے کھانا چاہا، وہ نہ مانے کہ ان کو مہمان رکھیں، پھر اس نے ایک دیوار پائی جو گرا چاہتی تھی۔ اس کو سیدھا کیا، موسیٰ بولا: اگر تو چاہتا تو اس پر مزدوری لیتا o کہا: اب میرے تیرے بیچ جدائی ہے اب تجھ کو ان باتوں پھیر جتاتا ہوں جن پر تو نہ ٹھہر سکا o وہ جو کشتی تھی سو کتے محتاجوں کی تھی جو دریا میں محنت کرتے تھے۔ سو میں نے چاہا کہ اس میں نقصان ڈالوں اور ان کے پرے ایک بادشاہ تھا جو ہر کشتی چھین کر لے لیتا تھا o اور جو لڑکا تھا سو اس کے ماں باپ ایمان پر تھے، پھر ہم ڈرے کہ ان کو زبردستی اور کفر کر کر عاجز کرے o پھر ہم نے چاہا کہ ان کا رب ان کو ستھرائی میں اور محبت میں لگاؤ رکھتا بہتر بدلا دے o اور وہ دیوار تھی، سو دو یتیم لڑکوں کی تھی جو اس شہر میں رہتے تھے اور اس کے نیچے ان کا مال گڑا تھا۔ اور ان کا باپ نیک تھا۔ پھر تیرے رب نے چاہا کہ وہ اپنے زور کو پہنچیں اور اپنا گڑا مال نکالیں، تیرے رب کی مہربانی سے، اور میں نے یہ اپنے حکم سے نہیں کیا۔ یہ ان چیزوں کا پھیر ہے، جن پر تو نہ ٹھہر سکا o

احادیث میں موسیٰ علیہ السلام وخضر علیہ السلام کا واقعہ:

احادیث میں اس واقعہ کا پس منظر یہ بتایا گیا ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام سے وعظ کے دوران میں کسی نے پوچھا۔ آیا اس وقت روئے ارض پر آپ سے زیادہ بھی کوئی عالم ہے؟ چونکہ وہ صاحب شریعت نبی تھے اور اس خیال سے کہ تمام احکام دینی کا علم ان کے پاس ہے، انہوں نے کہہ دیا کہ نہیں، اس وقت میں ہی علم میں سب سے بڑھ کر ہوں۔ چنانچہ انہیں الہام ہوا کہ ہمارا ایک بندہ ایسا بھی ہے جو تم سے علم میں بڑھ کر ہے اور فلاں جگہ ملے گا۔ اسے جا کر ملو۔ تب موسیٰ علیہ السلام نے یوشع علیہ السلام کو اپنے ساتھ لیا اور اللہ کے اس بندے سے ملنے کے لئے گئے۔

رسول اللہ ﷺ نے احادیث میں مزید جو باتیں بیان فرمائیں۔ ان میں سے ایک یہ ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام اپنے ساتھی کے ساتھ جب اس پتھر کے پاس پہنچے جہاں مچھلی

Marfat.com

حرکت میں آ گئی تھی۔''تو دیکھا کہ اس پتھر کے پاس ایک شخص سر سے پاؤں تک چادر تانے لیٹا ہے۔موسیٰ علیہ السلام نے (اسی حال میں) سلام کیا تو خضر علیہ السلام نے پوچھا کہ آپ کے ملک میں کیسے سلام کرتے ہیں؟ اس پر موسیٰ علیہ السلام نے کہا میں موسیٰ ہوں۔تو حضرت خضر علیہ السلام نے سوال کیا کہ موسیٰ بنی اسرائیل؟ آپ نے جواب دیا کہ ہاں، میں موسیٰ بنی اسرائیل ہوں، اس لئے آیا ہوں کہ آپ مجھے وہ خاص علم سکھلا دیں جو اللہ نے آپ کو دیا ہے۔''

حضرت موسیٰ علیہ السلام جب خضر علیہ السلام کے ساتھ سفر پر نکلے اور کشتی میں بیٹھے تو اس موقعہ پر حدیث میں یہ بھی ذکر کیا گیا ہے کہ اسی اثناء میں ایک چڑیا آئی اور کشتی کے کنارے پر بیٹھ کر اس نے دریا میں سے ایک چونچ بھر پانی لیا۔خضر علیہ السلام نے موسیٰ علیہ السلام کو بتایا کہ میرا علم اور آپ کا علم دونوں مل کر بھی اللہ کے علم کے مقابلے میں اتنی حیثیت بھی نہیں رکھتے جتنی اس چڑیا کی چونچ کے پانی کو اس سمندر کے ساتھ ہے۔(۳)

کیا یہ واقعات مکاشفہ تھے؟

جدید دور کے بعض عقلیت پسند مفسرین نے اس واقعہ کی تفسیر کو اپنے نقطہء نظر کے مطابق ڈھالنے کے لئے اپنی رائے کو راہنما بنایا ہے اور اس میں کامیاب نہیں ہو سکے۔

مثلاً انہوں نے سب سے پہلے تو یہ خیال پسند کیا ہے کہ یہ محض مکاشفہ تھا۔اس پر جب یہ اعتراض ذہن میں آیا کہ اگر یہ مکاشفہ ہی تھا تو پھر اس سفر کا حال، مجمع البحرین کا اتا پتا اور موسیٰ علیہ السلام کا اپنی منزل سے آگے نکل جانا کیوں بیان ہوا۔اس پر وہ کہتے ہیں کہ بس اللہ کی کوئی مصلحت اس میں ہوگی۔مصلحت تو اس واقعہ میں یقیناً ہے مگر جیسا کہ ابھی وضاحت کی جائے گی مکاشفہ کی صورت میں نہیں بلکہ عین بیداری کی صورت میں ان پر یہ پُر حکمت کام اور باتیں منکشف ہوئیں اور یہ اسی حالت میں ہی ان پر کھل سکتی تھیں۔

خضر علیہ السلام کون تھے؟

اس کے بعد سب سے بڑی مُشکل انہیں خضر علیہ السلام کی شخصیت اور منصب کے

Marfat.com

بارے میں پیش آئی ہے۔ خضر علیہ السلام اگرچہ تمام کام اللہ کی ہدایت کے تحت کر رہے ہیں مگر چونکہ ان میں ایک دو کام بظاہر خلاف شریعت بھی ہیں لہٰذا ان کا جواز جس طرح عقلیت پسند یا ظاہر پسند مفسرین چاہتے ہیں، نہیں مل رہا ہے۔ اس خود پیدا کردہ اشکال کے لئے انہوں نے خضر علیہ السلام کے بارے میں یہ مفروضے قائم کئے ہیں۔

۱۔ خضر علیہ السلام فرشتے تھے۔

۲۔ خضر علیہ السلام انسان تھے لیکن نبی تھے۔

۳۔ خضر علیہ السلام انسان تھے اور بادشاہ تھے۔

اگر خضر علیہ السلام فرشتے تھے تو ان کے کاموں پر حضرت موسیٰ علیہ السلام کے اعتراضات بے معنی ہو جاتے ہیں۔ وہ نبی جسے اسرار ربانی کے عالم ہونے کا دعویٰ تھا، یہ ضرور جانتا تھا کہ فرشتہ اللہ کے حکم کی تعمیل کرنے والا ایک غیر جانبدار وسیلہ ہے جو لایعقل ہے۔ اس کی کسی حرکت پر اعتراض تو نعوذ باللہ خود اللہ تعالیٰ پر اعتراض ٹھہرتا ہے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے ساتھ اس قسم کی بات منسوب کرنا، پیغمبر کے منصب سے لاعلمی کی دلیل ہے۔

اگر خضر علیہ السلام نبی تھے تو یہ کیسے کام تھے جن کے وہ مرتکب ہو رہے ہیں؟ کہا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ موسیٰ علیہ السلام کو بتانا چاہتا تھا کہ جس طرح نبی اسرائیل کے لئے تم مبعوث کئے گئے ہو، اسی طرح اور قوموں کی طرف بھی دوسرے نبی مبعوث کئے گئے ہیں اور ان قوموں کی مقتضیات دینی جدا ہیں۔ مگر سوال یہ ہے کہ خضر علیہ السلام کون سے دینی امور سرانجام دے رہے ہیں۔ ایک کشتی میں سوراخ کر دیا، ایک لڑکے کو ہلاک کر ڈالا اور ایک دیوار کی بلا اجرت مرمت کر دی۔ یہ تو عام تکوینی امور ہیں جن کے لئے کسی نبی کے مبعوث ہونے کی ضرورت نہیں اور پھر تمام عالم کی سابقہ شرائع پر نظر ڈالئے، کیا ان میں سے دو کاموں یا کم از کم کسی ایک کو بھی ظاہر شریعت کی رو سے جائز قرار دیا جا سکتا ہے؟ اگر اس مفروضہ کو درست تسلیم کیا جائے تو لامحالہ یہ ماننا پڑھے گا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے علم میں پھر بھی کوئی اضافہ نہیں ہوا ہوگا اور رسول

Marfat.com

اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کو کسی خاص علم سے متعارف کرانے کے لئے وہاں بھیجا گیا تھا اور وہ خود بھی خضر علیہ السلام سے کہتے ہیں: ''کیا میں اس غرض سے آپ کے ساتھ چلوں کہ جو علم آپ کو سکھایا گیا ہے، وہ آپ مجھے بھی سکھا دیجئے۔'' حضرت موسیٰ علیہ السلام کا یہ سفر، خضر سے ان کی یہ درخواست اور پھر ان کی معیت، یہ سب لا حاصل کام نہ تھے۔ اللہ اور اس کے انبیاء (علیھما السلام) کے افعال و اعمال لا حاصل اور خالی از حکمت نہیں ہوتے۔

اگر خضر علیہ السلام بادشاہ تھے، تو کیسے بادشاہ تھے کہ بھیس بدل کر نکلے ہیں اور اگر کوئی انہیں پہچان نہیں رہا مگر اس کے باوجود وہ سب کے سامنے کشتی توڑتے ہیں اور ایک لڑکے کو ہلاک کرتے ہیں لیکن ان پر کوئی اعتراض نہیں کرتا۔ اگر انہیں نبی مانا جائے، تب بھی یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ لوگ کشتی کے توڑنے پر تو عقیدت کے مارے چپ ہو رہے مگر لڑکے کے قتل پر کیسے چپ رہ سکے؟ پھر کیا کوئی بادشاہ محض القاء پر ایسے کام کرسکتا ہے؟ اگر ایسا ہے تو کون سی شریعت کسی بادشاہ کو اس کی اجازت دیتی ہے کہ وہ القاء و الہام کا دعویٰ کر کے ایسے امور کا ارتکاب کرتا پھرے۔

مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودی نے تو اپنی مقبول عام تفسیر میں یہ کہہ کر اصل بات ہی ٹال دی ہے کہ یہ پیچیدگیاں صرف اس صورت میں رفع ہوتی ہیں جب ''ہم خضر کو انسان نہ مانیں بلکہ فرشتوں میں سے یا اللہ کی کسی اور مخلوق میں سے سمجھیں جو شرائع کی مکلّف نہیں ہے بلکہ کارگاہ مشیت کی کارکن ہے''(۴) فرشتہ فرض کر کے تو ہم نے دیکھ لیا، اس سے پیچیدگی اور بڑھ جاتی ہے۔ اب اللہ کی کوئی اور مخلوق اسے سمجھا جائے تو کیسے؟ حضرت موسیٰ علیہ السلام تو خضر علیہ السلام کو انسان سمجھ کر ہی اعتراضات کر رہے ہیں۔ چونکہ وہ انہیں مکلّف بھی سمجھتے ہیں لہٰذا وہ انہیں انسان سمجھنے کی صورت میں ہی ایسا کر رہے تھے۔ البتہ یہ بات کہ وہ کارگاہ مشیت کے ایک کارکن ہیں، واقعہ کی رو سے اور جہاں تک ان کے علم نے ان کی راہنمائی کی ہے، زیادہ مناسب اور قریب الفہم ہے۔

Marfat.com

خضر علیہ السلام کا خاص علم:

یہ مانے بغیر چارۂ کار نہیں ہے اور قرآن کے بیان کردہ واقعہ سے یہ واضح ہے کہ خضر علیہ السلام انسان تھے اور ان کے پاس ایک خاص علم تھا جو موسیٰ علیہ السلام کے لئے بے شک جزوی حیثیت رکھتا ہو مگر اللہ کی حکمتوں کو سمجھنے کے لئے اس سے آگاہی حاصل کرنا ضروری تھا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کو محض "احتیاط فی الکلام" کی تعلیم یا تادیب کے لئے نہ بھیجا گیا تھا، انہیں اس خاص علم کی معرفت کے لئے خضر علیہ السلام سے ملنے کا حکم ہوا تھا۔

اردو میں لکھی گئی متداول تفاسیر میں دیکھئے تو مولانا نعیم الدین نے مولانا احمد رضا خان بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کے ترجمہ قرآن مجید کے حاشیے پر تفسیری نوٹ دیا ہے: "مفسرین و محدثین کہتے ہیں کہ جو علم حضرت خضر علیہ السلام نے اپنے لئے خاص فرمایا وہ علم باطن و مکاشفہ ہے۔ یہ اہل کمال کے لئے باعث فضل ہے...... ان کی فضیلت اس چیز سے ہے جو ان کے سینہ میں ہے۔ یعنی علم باطن و علم اسرار کیونکہ جو افعال صادر ہوں گے، وہ حکمت سے ہوں گے اگرچہ بظاہر خلاف معلوم ہوں۔" (۵)

بیان القرآن میں مولانا اشرف علی تھانوی نے فرمایا ہے کہ اس خاص علم سے مراد علم اسرار کونیہ ہے۔ یعنی دنیاوی امور میں جو اللہ کی حکمت کارفرما ہوتی ہے، خضر اسے جانتے تھے۔ ان کے نزدیک خضر ان اولیاء اللہ میں سے تھے جو باذنِ حق تکوینیات میں تصرف کرتے رہتے ہیں۔ صوفیاء کی زبان میں انہیں کو قطب التکوین یا صاحب خدمت کہتے ہیں۔ (۶)

مولانا عبدالماجد دریا آبادی نے بھی گویا انہی کی تائید میں اپنی تفسیر میں مشائخ صوفیاء کا ایک قول نقل کیا ہے کہ جس طرح انبیاء امر نبوت میں اپنے دل سے کچھ نہیں کرتے، اولیاء اہل خدمت بھی مدارج خدمت میں تابع حکم رہتے ہیں۔ (۷)

مولانا ابوالکلام آزاد نے جہاں سورۂ کہف کی تفسیر کے آخر میں ضروری تشریحات کے عنوان سے اپنے نوٹ میں اصحاب کہف اور ذوالقرنین پر طویل مضامین قلمبند کئے ہیں۔

Marfat.com

وہاں خضر علیہ السلام پر صرف دو سطریں لکھنے پر اکتفا کیا ہے:

''آیت (٦۵) میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کے جس شخص سے ملنے کا ذکر کیا گیا ہے اور جسے اللہ تعالیٰ نے ایک خاص علم عطا فرمایا تھا، کون تھا؟ اس بارے میں قرآن نے کوئی تصریح نہیں کی ہے، لیکن صحیحین کی روایت سعید بن جبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے معلوم ہوتا ہے کہ اس کا نام خضر تھا۔'' (۸)

البتہ اس سے پہلے آیات متعلقہ کے نیچے حاشیہ میں تفسیری نوٹ یوں دیا ہے:

''حضرت موسیٰ علیہ السلام کی ملاقات جس شخص سے ہوئی اس کی نسبت فرمایا: ''ہم نے اسے اپنے پاس سے ایک علم عطا فرمایا تھا، قرآن جب کبھی کسی بات کو اس طرح بولتا ہے تو اس کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ وہ بات براہ راست ظہور میں آئی تھی یعنی دینوی وسائل کو اس میں دخل نہ تھا۔ پس معلوم ہوا وہ شخص صاحبِ وحی تھا اور اللہ نے اسے براہ راست علم عطا فرمایا تھا، چنانچہ آگے چل کر اس کا قول آتا ہے ما فعلته عن امری میں نے جو کچھ کیا، اللہ کے حکم سے کیا۔ اپنی سمجھ سے نہیں کیا۔

''یہ علم جو اسے دیا گیا تھا، یقیناً یہ تھا کہ بعض امور کے بواطن واسرار اس پر کھول دیئے گئے تھے۔'' (۹)

اس اشکال کے بارے میں کہ موسیٰ علیہ السلام اور خضر علیہ السلام کے علم کی نوعیت میں اختلاف وتضاد پایا جاتا ہے۔ مفتی محمد شفیع صاحب نے تفسیر مظہری سے حضرت قاضی ثناء اللہ پانی پتی رحمۃ اللہ علیہ کی تحقیق کا حوالہ دیا ہے اور اس کا خلاصہ یوں رقم فرمایا ہے:

''حق تعالیٰ جن حضرات کو اپنی وحی اور نبوت سے سرفراز فرماتے ہیں، وہ عموماً تو وہی حضرات ہوتے ہیں جن کے سپرد اصلاحِ خلق کی خدمت ہوتی ہے۔ ان پر کتاب اور شریعت نازل کی جاتی ہے۔ جن میں خلق خدا کی ہدایت اور اصلاح کے اصول وقواعد ہوتے ہیں۔ جتنے انبیاء علیہم السلام کا ذکر قرآن مجید میں بتصریح نبوت ورسالت آیا ہے، وہ سب کے سب ایسے ہی

Marfat.com

تھے جن کے سپرد تشریعی اور اصلاحی خدمات تھیں۔ان پر جو وحی آتی تھی، وہ بھی اسی سے متعلق تھی، مگر دوسری طرف کچھ تکوینی خدمات بھی ہیں جن کے لئے عام طور سے ملائکۃ اللہ مقرر ہیں۔مگر زمرۂ انبیاء میں بھی حق تعالیٰ نے بعض کو اس قسم کی تکوینی خدمات کے لئے مخصوص کر لیا ہے۔ حضرت خضر علیہ السلام اسی زمرہ میں سے ہیں۔تکوینی خدمات واقعات جزئیہ سے متعلق ہوتی ہیں کہ فلاں شخص ڈوبنے والے کو بچا لیا جائے یا فلاں کو ہلاک کر دیا جائے، فلاں کو ترقی دی جائے، فلاں کو زہر دیا جائے۔ان معاملات کا نہ عام لوگوں سے تعلق ہوتا ہے نہ ان کے احکام عوام سے متعلق ہوتے ہیں۔ایسے واقعات جزئیہ میں بعض وہ صورتیں بھی پیش آتی ہیں کہ ایک شخص کو ہلاک کرنا تشریعی قانون کے خلاف ہے مگر تکوینی قانون میں اس خاص واقعہ کو عام تشریعی قانون سے مستثنیٰ کر کے اس شخص کے لئے جائز کر دیا گیا ہے جس کو اس تکوینی خدمت پر مامور فرمایا گیا ہے۔ایسے حالات میں شرعی قوانین کے علماء اس استثنائی حکم سے واقف نہیں ہوتے اور وہ اس کو حرام کہنے پر مجبور ہوتے ہیں اور جو شخص تکوینی طور پر اس قانون سے مستثنیٰ کر دیا گیا ہے، وہ بھی جگہ حق پر ہوتا ہے۔“(۱۰)

نبی کہنے کی دلیل صرف اس امر سے لی گئی ہے کہ خضر علیہ السلام اللہ کے حکم پر سب کچھ کر رہے تھے مگر جیسا کہ وضاحت کی گئی ہے، اس سے نبوت کا منصب ثابت نہیں ہوتا۔ صاحب تفسیر حقانی نے نبوت کے منصب کا ذکر نہیں کیا اور انہوں نے جو کچھ لکھا ہے، خضر علیہ السلام کے علم اور مرتبہ کے بارے میں حقیقت پر مبنی ہے۔انہوں نے بیان کیا ہے:

”انسانوں میں سے بعض نفوس ایسے بھی ہوتے ہیں کہ ان کے قویٰ خیالیہ وحسیہ انوار و لمعانِ روحانی کی وجہ سے ضعیف ہو جاتے ہیں اور ان کی قوتِ ملکیہ ان پر یہاں تک غالب ہوتی ہے کہ ان کو طبقۂ ملائکہ میں شمار کیا جائے تو کچھ بعید نہ ہو اور ان کی روح علوم و معارف الٰہیہ کے لئے ایک آئینہ پُر جلا ہوتی ہے۔تب ان پر بلا توسّط غیر عالم غیب کے اسرار فائض ہوتے اور اسی کو علمِ لَدُنّی کہتے ہیں۔......اُمتِ مُحمدیہ علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسّلام میں بھی خضر صفت آدمی ہر

Marfat.com

زمانہ میں موجود ہوتے ہیں جن کو ابدال و اوتاد و اقطاب کہتے ہیں۔'' (۱۱)

مولانا حفظ الرحمٰن سیوہاری نے بھی ''قصص القرآن'' میں اس بحث کو ان جملوں کے ساتھ ختم کیا ہے:

''خلاصہ بحث یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی ملاقات ایک ایسے بزرگ سے کرائی جن کا نام خضر علیہ السلام تھا، ان کو بعض اسرار کونیہ کا وہ علم عطا ہوا تھا جو حضرت موسیٰ کو نہیں دیا گیا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی شان حضرت خضر علیہ السلام سے کہیں زیادہ ہے۔ حضرت خضر علیہ السلام کا تذکرہ جس انداز سے قرآن عزیز نے کیا ہے اس سے یہی راجح نظر آتا ہے کہ وہ نبی تھے۔'' (۱۲)

خِضر (علیہ السّلام) قطب الاقطاب یا غوث تھے؟

خضر علیہ السلام درحقیقت نبی نہ تھے بلکہ ولی اللہ تھے اور ابدالوں کے زمرہ سے تعلق رکھتے تھے جنہیں اللہ کی طرف سے اور اس کے حکم سے الٰہی مشیت کو پورا کرنے کے لئے تصرف کی خاص قوتیں ودیعت کی جاتی ہیں۔ یہ اولیاء اللہ دراصل تکوینی امور میں تقدیر کے رازوں سے باخبر ہوتے ہیں اور مشیت کے آلہء کار بن کر بنی نوعِ انسان کی خدمت سرانجام دیتے ہیں۔ چونکہ موسیٰ علیہ السلام اپنے وقت کے اولوالعزم نبی تھے۔ اس لئے ان کی ملاقات بھی ولیوں میں سے اعلیٰ منصب کے ایک خاص ولی سے کرائی گئی جو اپنے وقت کا غوث یا قطب الاقطاب تھا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام سرِ قدر کے اس پہلو سے اس حد تک آگاہ نہ تھے کہ اس کی جزئیات و تفصیلات بھی ان کے علم میں ہوں لیکن ان کا یہ جاننا ضروری تھا کہ اللہ کے ہاں اس کا ایک الگ شعبہ ہے جن میں ملائکہ اور ملائک صفت انسان اس کے حکم کی تعمیل میں لگے رہتے ہیں اور انسانوں کے درمیان جس قدر امور ظاہر میں واقع ہو رہے ہیں، ان کے پیچھے کوئی نہ کوئی الٰہی حکمت ضرور کارفرما ہوتی ہے۔ البتہ یہ ضرور ہوتا ہے کہ اس کی اصل حکمت سے عوام اور بعض حالات میں خواص بھی بے خبر رہتے ہیں اور ان کا باخبر ہونا ضروری بھی نہیں ہوتا۔ تاہم اس

Marfat.com

مرتبے میں یہ بات اس لئے ایمانیات سے تعلق رکھتی ہے کہ ہم اللہ کو حکیم وخبیر مانتے ہیں لہٰذا ہمارے لئے اس کی حکمت ومصلحت پر ایمان رکھنا ضروری ہوا۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام کو خضر علیہ السلام سے ملنے کا حکم ہوا تھا کہ وہ دیکھ لیں کہ ایک معمولی سے معمولی واقعہ بھی مصلحت کے بغیر رونما نہیں ہوتا۔ موسیٰ علیہ السلام کے اطمینان قلب یا حق الیقین کے لئے انہیں ایک مرد خدا کے پاس بھیجا گیا جو محض خدا کے حکم سے بعض ایسے کام کر رہا تھا، جن کی حکمت ظاہر میں عام نظروں سے پوشیدہ رہتی ہے۔

اب صرف ایک اعتراض باقی رہ جاتا ہے کہ اگر وہ انسان تھے اور ولی تھے تو جیسا کہ ہم نے ان کے نبی فرض کرنے کے بارے میں سوال اٹھایا تھا کہ لوگوں نے ان کو منع کیوں نہیں کیا۔ یہاں بھی اٹھا سکتے ہیں۔

صحیح بخاری کے باب کتاب التفسیر میں فَاَقَامَہٗ (پس اس نے دیوار سیدھی کردی) کے بارے میں روایت کی گئی ہے کہ خضر علیہ السلام نے دیوار پر ہاتھ پھیرا اور وہ سیدھی ہوگئی تھی، اس سے ہم دوسرے واقعات کے بارے میں بھی قیاس کر سکتے ہیں۔ زبانی روایات میں ایسا ہی ہوتا ہے کہ ایک بات بیان کردی گئی، دوسری رہ گئی۔ دراصل کشتی کا کوئی حصہ بھی ایسے ہی ٹوٹا ہوگا کہ خضر علیہ السلام نے محض اپنی باطنی توجہ سے سوراخ کردیا۔ اب دوسرے لوگوں کو نظروں سے تو یہ سب اوجھل رہا لیکن حضرت موسیٰ علیہ السلام تو دیکھ رہے تھے کہ گو باطن کے زور سے ایسا کیا ہے مگر کیا تو خضر علیہ السلام نے ہے۔ اسی طرح وہ جو لڑکے کو مار ڈالا ہے، وہ بھی باطن کے ہتھیار یعنی توجہ سے ایسا کیا ہوگا۔ یہاں بھی قتل کا سبب لوگوں سے مخفی رہا۔ وہ تو یہی سمجھے ہوں گے کہ بس کسی وجہ سے گر پڑا اور مر گیا لیکن موسیٰ علیہ السلام تو جانتے تھے کہ گو لوگوں کو معلوم نہ ہو مگر یہ کام کیا خضر علیہ السلام نے ہے اور اس فعل کا ظاہر میں کوئی جواز ان کے پاس نہیں۔ دیوار کے بارے میں تو روایت موجود ہی ہے کہ اس پر ہاتھ پھیرا اور سیدھی کردی۔

توجہ کے اثرات کے بارے میں صوفیاء کے تذکرے واقعات سے پر ہیں۔ اور یہ ایسا

Marfat.com

ہتھیار ہے کہ اس سے پتھر پھٹ جاتے ہیں، آدمی مر جاتے ہیں اور بعض اوقات ذہنوں کی دنیا تبدیل ہو جاتی ہے۔ خضر علیہ السلام اسی باطنی توجہ سے سب کچھ کر رہے تھے۔ اس لئے ان کے آس پاس لوگوں کو کچھ معلوم نہ ہو سکا کہ ان واقعات کے پیچھے کیا طاقت کام کر رہی ہے۔

یہ ثابت کرنے کے لئے بھی کہ غوث، قطب اور ابدال کیا اس طرح الٰہی مشیت کے تحت عمل پیرا ہوتے ہیں، پھر اولیاء اللہ کے علوم کی طرف رجوع کیا جا سکتا ہے۔ ان کے علم کے رو سے ظاہر ہے کہ اس گروہ کے اہل خدمات خوارق عادت طریقوں سے یہ کام کرتے رہتے ہیں اور ان کو اللہ تعالیٰ اس کے لئے خاص قوتوں سے نوازتا ہے۔

کیا خضر علیہ السلام زندہ ہیں؟

اکثر صوفیاء و محدثین اس امر کے قائل ہیں کہ حضرت خضر علیہ السلام اب تک زندہ ہیں۔ لیکن رسول اللہ ﷺ کی ایک حدیث کی رو سے بعض نے کہا ہے کہ وہ اگر زندہ تھے تو اب وفات پا چکے ہیں۔ حدیث میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے رحلت کے قریب فرمایا کہ ہر ایک جاندار جو روئے زمین پر ہے، بعد سو برس زندہ نہ رہے گا یا ایک اور حدیث میں فرمایا گیا ہے کہ اگر خضر علیہ السلام زندہ ہوتے تو میری زیارت کرتے۔

صوفیاء کے مکاشفات اور علماء کے علمی نکات کے مطالعہ کے بعد مجھ فقیر کی تحقیق یہ ہے کہ خضر اپنے وقت کے غوث تھے اور ہر زمانے میں ایک بزرگ اس مقام پر ہوتا ہے اور وہ گوناگوں طریقوں سے کارگاہ حیات میں لوگوں کا مددگار و معاون ہوتا ہے۔ ان کے غوث یا قطب الاقطاب ہونے کی دلیل وہ حدیث ہے جس کی روایت حضرت علیؓ سے کی گئی ہے۔ انہوں نے مختلف ملکوں میں ابدال و اوتاد کا ذکر کرتے ہوئے آخر میں فرمایا وَالْخِضَرُ عَلَيْهِ السَّلَامُ سَيِّدُ الْقَوْم (اور خضر علیہ السلام سب قوم کے سردار ہیں) یہاں بھی خضر سے مراد خضر علیہ السلام کا ہم مرتبہ مرد حق ہے۔

خضر علیہ السلام بطور صاحب ارشاد ولی:

حضرت سُلطان باہو رحمۃ اللہ علیہ نے کم از کم غوث کے مرتبہ والے ولی کو مرشد کے

Marfat.com

منصب کے لائق سمجھا ہے کیونکہ اللہ نے ان کے رُشد وعِلم ومعرفت کی بناء پر حضرت موسیٰ علیہ السلام کو ان کے پاس بھیجا تھا۔ چنانچہ قرآن مجید سے خضر کی پانچ خصوصیات مستنبط ہوتی ہیں اور یہی صاحب ارشاد کے لئے لازم اور مختص ہیں۔ ایک بزرگ نے اپنے ایک رسالے میں انہیں یوں بیان کیا ہے:

اول: مَجْمَعَ الْبَحْرَيْنِ (دو دریاؤں کا ملاپ) سے شریعت وحقیقت، معرفت صفات و اسماء الٰہی اور ظاہر و باطن کے جامع ہونے کی صفت مراد ہے۔

دوم: فَوَجَدَا عَبْدًا مِّنْ عِبَادِنَآ (پھر ایک بندہ ہمارے بندوں میں کا پایا) عبودیت یا قربت کا وہ مقام مراد ہے، جہاں بندہ خلعت ارشاد و خلافت کا مستحق ٹھہرتا ہے اور اس کا نام عبداللہ رکھا جاتا ہے۔

سوم: عبودیت کی یہ صفت اس کی حیات دائمی پر بھی دال ہے۔ اس جہان میں رہتے ہوئے بھی اب وہ ہمیشہ رہنے والے جہاں کا آدمی ہے۔

چہارم: اٰتَيْنٰهُ رَحْمَةً مِّنْ عِنْدِنَا (جس کو ہم نے اپنے پاس سے اپنی مہر دی تھی) ایتانِ رحمت سے مراد وہ خصوصیات ہیں جو اللہ کے امر سے اس کی حفاظت کرتی ہیں اور اس کے امر کی تعمیل میں اس کی معاون ہوتی ہیں۔

پنجم: وَعَلَّمْنٰهُ مِنْ لَّدُنَّا عِلْمًا (اور اپنے پاس سے ایک علم سکھایا تھا) اس سے مراد علم معارف ہے۔(۱۳)

واقعہ موسیٰ وخضر کی حکمت (علیہما السلام):

سِرِّ قدر اور مشیّت:

حضرت موسیٰ علیہ السلام کی بعثت کا مقصد سیاسی بھی تھا اور دینی بھی۔ سیاسی یوں تھا کہ اپنی قوم کو وہ فرعونیوں سے نجات دلا کر مصر سے نکال لانا چاہتے تھے اور دینی اس سے ظاہر ہے کہ وہ اپنی قوم کی اخلاقی وروحانی اصلاح بھی کر رہے تھے۔ انہیں ان فرائض کی ادائیگی میں

Marfat.com

بہت سی مشکلات پیش آ رہی تھیں جن میں سے اکثر مغیبات سے متعلق تھیں۔ مثلاً ایک قوم ظالم و کافر ہے، اللہ بھی اس کے خلاف ہے مگر پھر بھی غالب اور حکمران ہے۔ لوگ بظاہر اچھے ہیں مگر وہ مشکلوں میں کیوں پڑ جاتے ہیں؟ لوگ بد ہوتے ہیں مگر وہ خوش حال کیوں نظر آتے ہیں؟ کیا اللہ تعالیٰ واقعی نیک لوگوں کی مدد کرتا ہے؟ اور اگر ایسا ہے تو اس کی مشیت کیسے کام کرتی ہے؟ اس قسم کے کئی سوالات تھے جن کے جوابات سے وہ مطلع ہونا چاہتے تھے۔ قرآن مجید میں ان کی قوم کے اس شکوہ کا ذکر ہے کہ لوگوں نے کہا: اے موسیٰ! جب تو نہیں آیا تھا تو تب بھی ہم پر ظلم ہوتے تھے اور اب کہ تو خدا کی طرف سے مبعوث ہوا ہے، پھر بھی ان مظالم میں کمی نہیں آئی۔ (الاعراف: ۱۲۹) خود موسیٰ علیہ السلام بھی اللہ سے فتح اور غلبہ کے مستدعی تھے۔ اللہ تعالیٰ اپنے نبی اور رسول یعنی موسیٰ علیہ السلام کو سر قدر اور مشیت کے بارے میں حق الیقین کے درجے تک لانا چاہتا تھا اور اسے بتانا چاہتا تھا کہ اللہ کی مشیت برابر کام کر رہی ہے۔ اور ایسے ذرائع اس کی زیر کفالت کارفرما ہیں جن تک ظاہر میں نگاہ و عقل کی رسائی نہیں۔ اوپر خرابی نظر آتی ہے لیکن اس کے نیچے درستیٔ احوال کے لئے عوامل کام کر رہے ہیں۔ بنی اسرائیل کے معاملات میں بھی بالآخر ایسا ہی ہوگا۔

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اگر موسیٰ علیہ السلام کچھ دیر اور صبر کرتے تو کئی اور پُر حکمت باتیں کُھلتیں۔ اس سے بھی یہی معلوم ہوتا ہے کہ یہ محض مکاشفہ نہ تھا۔ یہ عین روزمرہ کی زندگی کا واقعہ تھا جس میں بعض وقوعات پر موسیٰ علیہ السلام ضبط نہ کر سکے۔ لیکن وہ اب اللہ کی مشیت اور تقدیر کی چند جھلکیاں دیکھ چکے تھے اس لئے اپنی قوم کی طرف واپس چلے آئے جہاں ان کا اصل مشن تکمیل کے لئے ان کا منتظر تھا۔

موسیٰ وخضر (علیہما السّلام) کے واقعہ سے مستنبط معلومات:

قرآن مجید کے اس بیان کردہ واقعہ سے حسب ذیل حقائق کا استنباط ہوتا ہے:

۱۔ قرآن مجید میں اس واقعہ کو شرح و بسط کے ساتھ اس لئے ذکر کیا گیا ہے کہ سر قدر اور مشیت کے بارے میں کچھ ایسے ہی سوالات ہر سوچنے سمجھنے والے مومن کے ذہن

Marfat.com

میں پیدا ہوتے ہیں۔ چنانچہ تشفی کے لئے موسیٰ علیہ السلام اور خضر علیہ السلام کے مابین ملاقات و واقعات کا حال بیان ہوا۔

۲۔ اللہ کے اسرار قدر پر ہر ایک مطلع نہیں ہوتا اور عدم اطلاع سے کسی کے بلند روحانی مرتبہ میں بھی کوئی فرق نہیں پڑتا۔

۳۔ اللہ کے کچھ بندوں کو نہ صرف سر قدر کا علم دیا جاتا ہے بلکہ اس کی مشیت کو عمل جامہ پہنانے کے لئے خاص قوتیں بھی ودیعت کی جاتی ہیں۔

۴۔ اللہ کے یہ بندے عام نگاہوں سے مخفی رہتے ہیں۔ صرف ان کو کچھ پتہ ہوتا ہے جن کے سامنے خود کو یہ ظاہر کردیں یا خدا ان کے بارے میں کچھ مطلع کردے۔ اللہ کے یہ بندے اس قدر عزلت میں رہتے ہیں کہ پیغمبر پر بھی صرف اس صورت میں ظاہر ہوتے ہیں جب اللہ انہیں اس کا حکم دے۔

۵۔ جس طرح سے یہ کام کرتے ہیں، اس کی حقیقت بھی عام لوگوں کی نظروں سے اوجھل رہتی ہے۔

۶۔ یہ بندے ملائکہ کی طرح اللہ کے فرمان کی تعمیل کرتے ہیں۔ چونکہ ان کے یہ کام مخفی نوعیت کے ہیں یا غیب سے متعلق ہیں۔ اس لئے وہ ملائکہ تو نہیں مگر ملائکہ کی طرح کام کرتے ہیں۔ ان پر ظاہر شریعت کے احکام نافذ نہیں ہوتے۔

مزید غور کیا جائے تو کئی اور دانش کی باتیں بھی علم میں آتی ہیں۔ مثلاً خضر علیہ السلام کی پیش آمدہ واقعات کے بارے میں گفتگو کے صیغوں کو پڑھا جائے۔ تو خضر علیہ السلام اور ان کے زمرہ کے اہل خدمات کے دائرہ کار و اختیار کے بارے میں معلومات حاصل ہوسکتی ہیں۔ کشتی کے توڑنے کے بارے میں خضر علیہ السلام صیغہ واحد متکلم استعمال کرتے ہیں۔ فَـــاَرَدْتُّ (سو میں نے چاہا) اس کا مطلب یہ ہے کہ ان اہل خدمات اولیاء اللہ کو لوگوں کی فلاح و بہبود کے ایسے کاموں میں خود تصرف کا اختیار ہوتا ہے جن میں دوسروں کا نقصان نہ ہو۔ چونکہ ان کے لئے

Marfat.com

اصل الاصول عوام الناس کی خدمت ہے اس لئے وہ اپنی ذاتی خواہش کے تحت بھی خیر رسانی کا کام کرسکتے ہیں۔لڑکے کی ہلاکت کے متعلق خضر علیہ السلام صیغہء جمع متکلم تعظیمی استعمال کرتے ہیں جس سے حکومت کے فیصلے اور شاہنشاہی اختیار کا اظہارِ ہو رہا ہے۔اہل خدمات اولیاء اللہ بعض اہم امور کو ایوان الصالحین میں طے کرتے ہیں یعنی کار پردازان زمرۂ ابدال جمع ہو کر ان کے بارے میں فیصلہ کرتے ہیں۔چونکہ لڑکے کی ہلاکت کا معاملہ درپیش تھا، ایسا فیصلہ خضر علیہ السلام اکیلے نہیں کرسکتے ہیں۔اس لئے یہ فیصلہ ایوان الصالحین کا معلوم ہوتا ہے جو فَخَشِیْنَا اور فَاَرَدْنَا (پھر ہم ڈرے اور ہم نے چاہا) سے ظاہر ہے۔صاحب تجربہ و مشاہدہ اولیاء اللہ نے ایوان الصالحین کی کارکردگیوں کے بارے میں ایسا ہی لکھا ہے۔دیوار کے بارے میں خضر علیہ السلام فَاَرَادَ رَبُّکَ (پھر تیرے رب نے چاہا) بتاتے ہیں۔یعنی اللہ کی صفت ربوبیت کا تقاضا تھا کہ نیک لوگوں کی اولاد کے مال و منال کی حفاظت ہو۔چنانچہ خضر علیہ السلام کو براہ راست الہام ہوا کہ دیوار کو سیدھا کر دیا جائے۔(۱۴)

معلوم ہوا کہ اہل خدمات کو ذاتی تصرف کا بھی اختیار ہوتا ہے۔وہ اہل خدمات کے اجتماعی فیصلے کو بھی نافذ کرتے ہیں اور اللہ کے الہام و القاء کے تحت بھی لوگوں کی کار برآری کرتے ہیں۔رسول اللہ ﷺ کے اس فرمان کی روشنی میں کہ کاش موسیٰ علیہ السلام صبر کرتے، سمجھا جاسکتا ہے کہ اسی طرح مقامات تصرف کا دائرہ وسیع بھی ہوسکتا ہے۔لیکن یہ سب کام چونکہ ''زیرِ ہدایتِ مدبّر الامر'' عمل میں آرہے ہیں۔اس لئے ان کو اللہ کی طرف ہی منسوب کیا جائے گا۔

رَحْمَةً مِنْ رَبِّکَ (''یہ سب کچھ ہوا'' تیرے رب کی مہربانی سے)

اور وَمَا فَعَلْتُهٗ عَنْ اَمْرِیْ (اور میں نے یہ اپنے حکم سے نہیں کیا) سے یہی مراد ہے۔

احادیث میں ذکرِ ابدال:

علامہ سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے زمرۂ ابدال کے بارے میں ایک مستقل رسالہ لکھا جس میں تقریباً ''بیس کتب درواۃ'' سے ابدال کی احادیث جمع کی ہیں۔موجود زمانہ کے ایک شیخ

Marfat.com

مولانا اللہ یار خان صاحب (دامت برکاتہ) کا کہنا ہے کہ یہ ان کے ذاتی کتب خانہ میں موجود ہے جس میں سے انہوں نے اپنی کتاب دلائل السلوک میں یہ احادیث نقل کی ہیں۔ (۱۵) اسی طرح مولانا عبدالعزیز مزنگوی نے ابدالوں کے بارے میں احادیث پر مشتمل ایک مجموعہ ''احوال ابدال'' ترتیب دیا تھا۔(۱۶) ان دونوں کتابوں میں سے چند ایک احادیث نقل کی جارہی ہیں۔

احادیث الرسول اللہ ﷺ:

۱۔ ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول کریم ﷺ نے فرمایا کہ خدا کے تین سو بندے مخلوق میں ہیں جن کے قلوب حضرت آدم علیہ السلام کے قلب کی مانند ہیں۔ چالیس ایسے ہیں جن کے قلوب حضرت موسیٰ علیہ السلام کے قلب کی مانند ہیں۔ سات ایسے ہیں جن کے قلوب حضرت ابراہیم علیہ السلام کے قلب کے سے ہیں۔ پانچ ایسے ہیں جن کے قلوب حضرت جبرئیل علیہ السلام کے قلب پر ہیں۔ تین ایسے ہیں جن کے قلوب حضرت میکائیل علیہ السلام کے قلب پر ہیں اور ایک بندہ ایسا ہے جس کا قلب حضرت اسرافیل علیہ السلام کے قلب پر ہے۔

حضرت خواجہ بہاؤالدین نقشبند قدس سرہ کے مرید وخلیفہ حضرت مولانا یعقوب چرخی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی اپنے نہایت ہی مختصر رسالہ ''ابدالیہ'' میں یہی حدیث نقل کی ہے۔

۲۔ بیہقی: میری امت کے ابدال اپنے اعمال کے سبب سے جنت میں داخل نہ ہوں گے بلکہ اللہ کی رحمت سے، نفسوں کی سخاوت سے اور سینوں کی سلامتی سے داخل ہوں گے۔

۳۔ یزید بن ہارون رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ابدال اہل علم ہیں۔

۴۔ بکر بن خنیس رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے کہ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا۔ میری امت کے ابدال کی یہ علامت ہے کہ وہ کبھی کسی شے کو لعنت نہیں کرتے۔

۵۔ امام احمد کی حدیث: اس امت میں ابدال بیس ہوں گے جن کے قلوب حضرت

Marfat.com

ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام کے قلوب پر ہوں گے اور ان میں جو فوت ہوگا، اللہ اس کی جگہ دوسرا ابدل دے گا۔

۶۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

چالیس آدمیوں سے زمین خالی نہ رہے گی جو مثل خلیل اللہ کے ہیں۔ ان کی توجہ سے تم پر بارش برسائی جائے گی اور ان کی وجہ سے تمہاری مدد کی جائے گی اور ان کی وجہ سے تمہیں رزق دیا جائے گا۔ مجمع الزوائد میں ہے کہ اس کے اسناد حسن ہیں۔

۷۔ ابن عساکر کی حدیث میں ہے کہ ابدال شام میں ہوتے ہیں اور وہ چالیس مرد ہیں۔ ان کے سبب سے تمہیں بارش دی جاتی ہے اور ان کی وجہ سے تمہیں دشمنوں پر فتح دی جاتی ہے اور ان کے سبب سے اہل زمین سے تکالیف اور مصائب دور کئے جاتے ہیں۔

۸۔ ابن عدی سے روایت ہے کہ ابدال چالیس ہیں۔ بائیس شام میں ہوتے ہیں اور اٹھارہ عراق میں۔ ان میں سے جو فوت ہوتا ہے، اللہ تعالیٰ اس کی جگہ دوسرا ابدل دیتا ہے اور جب اللہ کا حکم آئے گا، سب فوت ہو جائیں گے۔ اس وقت قیامت آ جائے گی۔

۹۔ ابونعیم نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: میری امت میں ہر زمانہ میں پانچ سو اخیار ہوں گے اور چالیس ابدال، ان دونوں میں کمی نہ ہوگی۔ ان میں سے جو فوت ہوگا ان پانچ سو میں سے اللہ تعالیٰ اس کی جگہ دوسرے شخص کو ان چالیس میں داخل کر دے گا۔

۱۰۔ خطیب نے بذریعہ ابوبکر ابن ابی شیبہ حدیث کا اخراج کیا کہ میں نے کتانی سے سنا ہے کہ نقباء تین سو ہیں اور نجباء ستر ہیں۔ ابدال چالیس ہیں، اخیار سات، قطب چار اور غوث ایک ہے۔

Marfat.com

احادیث سے مزید معلومات کا استنباط:

قرآن جو اطلاعات بہم پہنچاتا ہے، ان کا ذکر پہلے ہو چکا ہے۔ اب ان احادیث سے مزید حسب ذیل معلومات حاصل ہوئیں۔

۱۔ اللہ تعالیٰ کے کچھ خاص بندے اس کے ہاں مستحق اجابت شمار ہوتے ہیں۔ ان کی دعائیں عند اللہ قابل قبول ٹھہرتی ہیں۔

۲۔ وہ ایک مقرر کردہ نظام کے تحت اس طرح کام کرتے ہیں کہ ایک دنیا سے رخصت ہوتا ہے تو دوسرا اس کی جگہ مقرر کر دیا جاتا ہے۔

۳۔ اللہ کی رحمت خود ان کا انتخاب کرتی ہے کیونکہ یہ اس کی رحمت کا آلہء کار ہوتے ہیں۔ یہ اللہ کے کاموں کے لئے وقف ہوتے ہیں اور ان کے سینے کسی نفسانی لوث کے بغیر اللہ کی طرف سے الہام والقاء قبول کرتے ہیں۔

۴۔ ان کے زیادہ تر تصرفات قلب کی توجہ کے ذریعہ ہوتے ہیں کیونکہ کئی روایتوں میں نبیوں سے خاص طور پر ان کے قلوب کی مشابہت کا ذکر آیا ہے۔

۵۔ ان کے عہدے اور مناصب الگ الگ ہیں لہٰذا ان کے تصرفات اور اختیارات بھی ان ہی کے مطابق ہوں گے۔

۶۔ ان کا کام فرض منصبی کے لحاظ سے تکوینی امور سے متعلق ہے۔ جیسے دشمنوں پر غلبہ و فتح، خوشحالی و بدحالی یا رفع تکالیف و مصائب وغیرہ۔

۷۔ ان کی کل تعداد یا مختلف علاقوں میں ان کی تعداد میں اختلاف ہے۔

۸۔ مقربین کا یہ گروہ اپنے مراتب کے مطابق ہر زمانے میں موجود رہتا ہے اور قیامت تک یہ سلسلہ رہے گا۔ ایک لحاظ سے یہ کارکنانِ قضا و قدر کا مرتبہ رکھتے ہیں۔

☆☆☆

Marfat.com

علومِ اولیاء اللہ میں ذِکرِ ابدال

اَولیاء اللہ اور رِجالِ غیب:

چونکہ زمرۂ ابدال کے افراد اولیاء اللہ میں سے ہی چنے جاتے ہیں اس لئے قرآن و حدیث کے بعد اگر کوئی گروہ سند کے ساتھ بات کرسکتا ہے تو وہ انہی لوگوں کا گروہ ہے۔ بعض تو ان میں سے خود کسی نہ کسی طرح ان مناصب سے متعلق ہوتے ہیں ورنہ کم از کم اس گروہ کے متعلق ملاقات یا کشف کے ذریعہ معلومات ضرور رکھتے ہیں۔

ضروری نہیں ہے کہ ہر ولی ان کے متعلق سب کچھ جانتا ہو یا ان سے سروکار رکھتا ہو۔ یہ مشیت کے مخفی کارکنوں کا گروہ ہے لیکن بعض عارفین نے ان کو جانا پہچانا اور ان کے متعلق معلومات بہم پہنچائی ہیں۔

اولیاء اللہ اس گروہ کے افراد کو رجال غیب کی قبیل سے جانتے ہیں کیونکہ یہ لوگ عامتہ الناس کی نظروں سے غائب رہ کر کام کرتے ہیں اور غیبی نوعیت کے کاموں کو سرانجام دیتے ہیں۔ مگر رجال غیب میں بقول حضرت شیخ عبدالکریم الجیلی رحمتہ اللہ علیہ چونکہ فرشتے اور ارواح مقدسہ بھی شامل ہیں اس لئے اولیاء اللہ ان میں تمیز کے لئے ان کو عُرلتی، (۱۷) اہل خدمات اور ابدال کہتے ہیں۔ آگے غوث و قطب اور خیار و اوتاد یا نجباء و نقباء وغیرہ ان کے مناصب ہیں اور یہ اپنی اپنی سطح پر رہ کر کام کرتے ہیں۔

ابدالوں کا انتخاب و تقرر:

دراصل اللہ کے ہاں تو ہر کام کا اندازہ پہلے سے مقرر ہے۔ وَکَانَ اَمْرُ اللّٰہِ قَدَرًا

Marfat.com

مَـقۡـدُوۡرًا ۔الاحزاب:۳۸ (اور اللہ کا کام اندازے پر مقرر کیا ہوا ہے) تقدیر ایک راز ہے جس سے یا تو عارفوں کے قلوب کو مطلع کیا جاتا ہے اور یا پھر ان لوگوں کو اس راز میں شریک کیا جاتا ہے جو الٰہی مشیت کے تحت کارکن بن کر کام کر رہے ہیں۔ یہ وہ خاص گروہ ہے جس کے افراد کو اللہ کی رحمت اپنے کام کے لئے منتخب کرتی اور مخصوص کر لیتی ہے۔

ان میں سے بعض کو تو فطرت پیدا ہی اس لئے کرتی ہے کہ وہ اسی کام کے ہو کر رہیں۔ یہ پیدائشی طور پر ابدال ہوتے ہیں۔ یہ کسی چھوٹی یا بڑی معاشرتی سطح کے گھر میں بھی جنم لے سکتے ہیں۔ اللہ کے ہاں اس کے لئے اونچ نیچ کی کوئی تمیز نہیں ہے لیکن شروع ہی سے ان پر کچھ ایسی غیر معمولی کیفیات طاری رہتی ہیں کہ ان کے والدین انہیں آسیب زدہ، ذہنی بیمار یا مجنون بھی سمجھتے رہتے ہیں۔ مگر اس سے یہ مطلب ہرگز نہ اخذ کیا جائے کہ تمام ایسے بچے انہی کی قبیل سے ہوتے ہیں۔

سیدی محمد وراثت حسین شاہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے تھے کہ ایک بار ایک بھڑ بھونجا اپنی کمسن لڑکی کو حضرت حاجی عبداللہ شاہ رحمۃ اللہ علیہ (بادشاہ غوث وقطب) کے پاس لایا کہ اسے جانے کیا ہو گیا ہے؟ آپ نے اسے دیکھتے ہی فرمایا: ''او ہو، تم اس کے بارے میں فکر نہ کرو۔ یہ تو اللہ کے ہاں قبول کر لی گئی ہے۔'' بعد ازاں اس لڑکی سے خوارق عادت باتیں ظاہر ہونے لگیں۔ غیب کی خبریں اس پر کھلتی تھیں اور وہ بعض سے لوگوں کو آگاہ بھی کر دیتی تھی۔ پاکستان بننے کے بعد وہ لڑکی وہیں رہ گئی۔ ایک صاحب کراچی سے ہندوستان گئے تو کچھ زیادہ دن وہاں رہ پڑے۔ ایک دن گلی سے گزرے تو لڑکی گویا خود سے بولی: ''اسے دیکھو، لڑکا گھر میں بیمار پڑا ہے اور یہ یہاں پھر رہا ہے۔'' انہیں بھی کچھ اضطراب لاحق ہوا اور وہاں سے روانہ ہو کر کراچی گھر میں پہنچے تو معلوم ہوا کہ لڑکا سخت بیمار تھا اور ان کا شدت سے انتظار ہو رہا تھا۔ چنانچہ ان کے آنے پر علاج معالجہ سے رو بصحت ہونے لگا۔

اس زمرۂ ابدال میں عورتیں بھی شامل ہوتی ہیں۔ کئی سال پہلے جب فقیر قلات

Marfat.com

(بلوچستان) میں تھا۔ ایک دوست نے کہیں کہہ دیا کہ فلاں عورت جو بازار میں یا سڑکوں پر پھرا کرتی ہے، شاید ابدالوں میں سے ہے۔ وہ ایک ادھیڑ عمر کی میانہ قد کی، کسی معزز خاندان کی، بلوچ عورت تھی اور بلوچی زبان میں تیز تیز درشت لہجے میں باتیں کرتی ہوئی گھوما کرتی تھی۔ کبھی کبھی کسی کے ہاں بیٹھ بھی جاتی تھی لیکن کسی کو اس سے زیادہ بات کرنے کی مجال نہ تھی۔ ڈانٹ دیتی اور کبھی کبھی پیٹ بھی دیتی تھی گو ایسی نوبت کم ہی آتی تھی کیونکہ لوگ اسے جانتے اور اس کا احترام کرتے تھے۔ ایسی باتوں کے بارے میں اس دور میں اپنا مبلغ علم بھی کم تھا۔ بے خیالی میں فیصلہ سنا دیا کہ عورتوں کو انتظام پر نہیں لگاتے اور دلیل یہ دے ڈالی کہ عورتیں پیغمبر نہیں ہوتیں۔ اس دوپہر جب قیلولہ کے لئے لیٹا تو خواب میں اپنے تئیں قلات کے بازار کے چوک میں کھڑا پایا اور پھر دیکھا کہ وہ عورت تیزی سے چلتی ہوئی آئی اور عین چوک کے درمیان آکر دونوں بازوں سیدھے آگے تان کر دعا کے لئے ہاتھ پھیلا دیئے۔ کچھ اور لوگ بھی ذرا فاصلے پر کھڑے نظر آئے۔ انہوں نے بھی دعا کے لئے ہاتھ اٹھائے اور بس منظر ختم ہو گیا۔ مجھ فقیر کو تنبیہ ہوگئی کہ وہ بات غلط تھی۔ عورتوں میں سے بھی ابدال ہوتی ہیں اور وہ عورت ان میں سے ایک تھی۔ جب کام دعا اور توجہ باطنی کا ہے تو عورت بھی یہ کر سکتی ہے۔ بعد ازاں ایک دو مشکلات اس فقیر کی اس عورت کی توجہ سے رفع ہوئیں۔ سنا ہے، اب اس کا انتقال ہو چکا ہے۔

تذکرہ غوثیہ میں حضرت غوث علی شاہ قلندر رحمۃ اللہ علیہ نے ایک بچے کا ذکر کیا ہے جسے انہوں نے راج گڑھ سے آگے ایک گاؤں کے تکیہ میں دیکھا۔ وہ لڑکا کچھ کھاتا پیتا نہ تھا، ہر وقت گویا مخمور حالت میں اپنی جگہ پر بیٹھا رہتا تھا۔ پھر اس لڑکے نے ایک دن جنگل کی راہ لی اور وہاں ایک پُر اسرار بوڑھے آدمی سے جا ملا۔ اس کا باپ ساتھ ساتھ گیا۔ مگر بالآخر اس بچے نے باپ سے کہا۔ ''بابا! میں مجبور ہوں مجھ کو خدا تعالیٰ نے صرف اپنے کام کے لئے پیدا کیا ہے نہ کہ کسی اور کام کے لئے۔ تم بھی مجھے خدا کے سپرد کرو اور اپنے گھر کو چلے جاؤ۔'' باپ جب واپس ہوا تو جس راہ کو اس نے چند گھنٹوں میں طے کیا تھا وہ کئی دنوں کی راہ نکلی۔ اس کے بعد اس کا کچھ

Marfat.com

پتہ نہ چلا۔ یہ لڑکا دراصل پیدائشی ابدال تھا جو بالآخر اپنے گروہ سے جاملا۔ (۱۸)

فوائد الفواد میں حضرت خواجہ نظام الدین والحق رحمۃ اللہ علیہ کا بیان نقل کیا گیا ہے کہ مردان غیب ''جسے قابل دیکھتے ہیں اور طاعت و مجاہدہ میں عالی ہمت پاتے ہیں، اسے اٹھا لے جاتے ہیں۔ اس سلسلہ میں آپ نے فرمایا کہ بدایوں میں نصیر نام کا ایک نوجوان تھا۔ میں نے اس سے سنا۔ وہ کہتا تھا کہ میرے والد واصلین حق میں سے تھے۔ ایک رات دروازے کے باہر سے انہیں آواز دی گئی۔ وہ باہر گئے۔ ہم نے اندر سے السلام علیکم وعلیکم السلام سنا۔ پھر ہم نے اس قدر سنا کہ ہمارے والد کہہ رہے تھے کہ میں بچوں اور گھر والوں کو الوادع کہہ لوں۔ انہوں نے کہا۔ اتنی فرصت نہیں۔ اس کے بعد ہمیں معلوم نہیں ہوا کہ وہ لوگ اور ہمارے والد کہاں ہیں۔'' ایک دو اور واقعات بیان فرمائے اور مجلس کے اختتام پر فرمایا کہ ''مردان غیب پہلے آواز دیتے ہیں اور بات سنواتے ہیں۔ اس کے بعد ملاقات کرتے ہیں۔ پھر اڑا لے جاتے ہیں۔'' (۱۹)

غوث الاعظم حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ کے ایک خادم سے روایت ہے کہ ایک رات حضرت شیخ معمول سے کچھ پہلے بیدار ہو گئے اور حجرے سے نکل کر شہر کے دروازے کی طرف چل دیئے۔ خادم بھی ان کے پیچھے ہولیا۔ دروازے پر پہنچے تو دروازہ از خود کھل گیا۔ شہر سے باہر نکلے تو تھوڑی دور جا کر ایک جنگل آ گیا۔ اس میں چلتے گئے۔ یہاں تک کہ ایک سرائے میں جا پہنچے۔ وہاں چھ آدمی باہر بیٹھے تھے اور اندر کراہنے کی آواز آ رہی تھی۔ حضرت شیخ کی تعظیم کے لئے وہ اٹھ کھڑے ہوئے ان میں سے ایک نے حضرت شیخ سے کہا کہ بس اب کچھ سانس باقی ہیں۔ حضرت شیخ اندر تشریف لے گئے اور کمرے میں جاں بلب شخص نے ان کے سامنے آخری سانس لی۔ حضرت شیخ باہر تشریف لائے۔ ان میں سے ایک بڑی بڑی مونچھوں والے شخص کی مونچھیں درست کیں۔ اسے کلمہ طیبہ پڑھنے کے لئے کہا اور حاضرین سے فرمایا: مجھے امر ہوا ہے کہ یہ شخص میت کی جگہ ابدال ہو۔'' ان لوگوں نے آپ کے اس فرمان پر سر تسلیم خم کیا اور آپ نے واپسی کی راہ لی۔ خادم بھی ساتھ چلتا رہا۔ شہر کا دروازہ پھر اسی طرح

Marfat.com

کھلا اور آپ اپنی رہائش گاہ میں آ کر اپنے معمولات میں مشغول ہو گئے۔ دوسرے دن خادم نے اس واقعہ کے بارے میں پوچھا تو آپ نے فرمایا: جہاں ہم پہنچے وہ شہر نہاوند تھا اور وہ چھ آدمی جو تو نے دیکھے، ابدال کے گروہ میں سے تھے۔ مرنے والے کی جگہ جس آدمی کا تقرر کیا گیا، وہ قسطنطنیہ کا عیسائی تھا۔ مگر اپنی عبادت و ریاضت کی وجہ سے اس قابل تھا کہ اسے ابدال مقرر کیا جائے۔ چنانچہ اس نے اسلام قبول کیا اور اس کی جگہ ابدال مقرر کیا گیا۔(۲۰)

ان چند واقعات سے ظاہر ہے کہ بعض لوگ ایسی وہبی قوتیں لے کر پیدا ہوتے ہیں کہ ہوش سنبھالتے ہی ابدالوں میں شامل ہو جاتے ہیں (خواہ وہ مرد ہوں یا عورت) اور بعض کو ان کے اعمال اور روحانی خصوصیات دیکھ کر منتخب کر لیا جاتا ہے اور وہ ابدالوں کی تنظیم میں شامل ہو جاتے ہیں۔

ابدالوں کا رہن سہن:

ابدالوں کے لئے کوئی جگہ یا مقام ایسا مخصوص نہیں ہے کہ وہ وہاں رہیں۔ وہ کہیں بھی رہ سکتے ہیں۔ شہروں میں بھی رہتے ہیں اور دیہات میں بھی، جنگلوں میں بھی رہتے ہیں اور صحراؤں میں بھی۔ لیکن ان کے کام کی نوعیت ایسی ہے کہ انہیں اپنے علم اور کشف اور کام کو مخفی رکھنا پڑتا ہے۔ لہٰذا یہ پُر اسرار ہوتے ہوئے بھی پر اسرار نظر نہیں آتے۔ ان میں سے بعض کو سفر کرتے ہوئے کام کرنا ہوتا ہے اور بعض کو مقیم ہو کر۔ جیسی بھی صورت حال ہو، ان پر لازم ہے کہ اپنے آپ کو چھپا کر رکھیں، شیخ عبدالکریم الجیلی رحمۃ اللہ علیہ رجال غیب کی اس قسم کے بارے میں فرماتے ہیں:

> ''وہ رجال ہیں جو بیابانوں میں رہتے ہیں۔ وہ بھی عالم میں ایک مرتبہ رکھتے ہیں اور وہ نبی آدم کی جنسوں سے ہیں۔ آدمیوں پر ظاہر ہوتے ہیں اور پھر غائب ہو جاتے ہیں۔ ان سے کلام کرتے ہیں۔ ان کا جواب دیتے ہیں۔ یہ اکثر پہاڑوں، بیابانوں، وادیوں اور نہروں کے کناروں

Marfat.com

پر رہتے ہیں۔ ہاں ان میں سے جو قادر ہے، وہ شہر میں عمدہ مکان اور اچھا مقام بنالیتا ہے لیکن شہر کی طرف اس کا کچھ شوق نہیں ہوتا اور اس پر اس کا کچھ اعتماد نہیں ہوتا۔'' (۲۱)

حضرت مولانا یعقوب چرخی رحمۃ اللہ علیہ اپنے رسالہ ''ابدالیہ'' میں ان کے متعلق لکھتے ہیں:

''وہ ابدال ہماری طرح کھاتے پیتے ہیں۔ بیت الخلاء میں جاتے ہیں، بیمار ہوتے ہیں، معالجہ کرتے ہیں اور بیمار ہونے کے باوجود حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کی سنتوں کی حفاظت کرتے ہیں۔ وہ زیادہ تر گھر پر نہیں رہتے بشرطیکہ وہ بیمار نہ پڑ جائیں۔ وہ حمام میں بھی جاتے ہیں، غسل کی اجرت دیتے ہیں لیکن ان کا قطب اپنے مقام پر موجود رہتا ہے۔ اس کی عمر لمبی ہوتی ہے۔'' (۲۲)

اس سے معلوم ہوا کہ اکثر یہ لوگ معاشرہ میں عام لوگوں کی طرح رہن سہن رکھتے ہیں مگر وہ جو کہتے ہیں کہ عوام میں ہی خواص ہوتے ہیں، یہ عوام کے ساتھ رہ کر ہی خاص کام کرتے ہیں۔ کبھی کبھی اپنے تئیں چھپانے کا خاص اہتمام بھی کرتے ہیں تاکہ شہرت نہ ہو اور وہ فتنہ میں نہ پڑ جائیں۔

فقیر کو ایک بار غیب سے مطلع کیا گیا کہ آج کل ابدال زیادہ تر شہروں میں رہتے ہیں۔ بعد میں اہل خدمات میں سے ایک ملے۔ انہوں نے اس کی تصدیق کی۔ آج کل چونکہ مسائل و مشکلات شہروں میں زیادہ ہیں۔ اس لئے باطنی توجہ، مدد اور خدمت کی ضرورت شہروں کے لوگوں کو ہے۔ لہٰذا یہ یقین رکھنا چاہیے کہ ابدال آباد علاقوں میں آس پاس ہی موجود ہوتے ہیں۔

Marfat.com

ابدالوں کے تصرفات:

اب یہ دیکھئے کہ ابدال کس طرح ظاہر و باطن میں تصرف کرتے ہیں اور ان کا طریقہء کار کیا ہے۔ بہجتہ الاسرار میں روایت ہے کہ حضرت غوث الاعظم شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ کے زمانے میں ایک بار مغلوں کی فوج نے بغداد کا محاصرہ کرلیا اور شہر کے باہر ڈیرے ڈال دیئے۔ لوگ گھبرائے ہوئے حضرت شیخ کے پاس حاضر ہوئے اور دعا و پناہ کے لئے ملتجی ہوئے۔ آپ کو ان کی حالت پر رحم آیا اور ایک آدمی سے کہا کہ وہ شہر سے باہر مغلوں کی فوج کی آخری حد پر چلا جائے۔ وہاں دو تین آدمی ایک چادر تان کر اس کے سائے میں بیٹھے ہوں گے۔ ان سے جا کر کہے کہ وہ چلے جائیں۔ اگر وہ کہیں کہ ہم تو حکماً آئے ہیں تو انہیں کہا جائے کہ اب حکم یہی ہے، یہاں سے چلے جاؤ۔ چنانچہ وہ آدمی مغل فوج کے کیمپ میں پہنچا اور آخری حد پر اس نے واقعی دو تین آدمیوں کو چادر کے سائے میں بیٹھا ہوا پایا۔ اس نے انہیں حضرت شیخ کا پیغام دیا تو انہوں نے کہا کہ ہم تو حکم سے یہاں آئے ہیں۔ جب انہیں بتایا گیا کہ اب حکم یہی ہے تو انہوں نے چادر اتار لی اور چلنے کے لئے تیار ہوگئے۔ ان کی اس حرکت کے ساتھ دیکھا گیا کہ تمام لشکریوں نے اپنے خیمے اکھاڑنے شروع کر دیئے اور واپس کوچ کی تیاری کرنے لگے۔ تھوڑی ہی دیر میں مغل فوج نے محاصرہ اٹھالیا اور بغداد کی حدود سے رخصت ہوگئی۔ (۲۳)

حضرت شاہ عبدالعزیز دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کا ایک واقعہ ان کے ایک عقیدت منداور مرید نواب صاحب بیان کرتے ہیں کہ دہلی کے گردونواح میں قحط پڑ گیا۔ دیہات کے کچھ لوگ حضرت شاہ صاحب کے پاس آکر دعا و رفعِ بلا کے لئے ملتجی ہوئے۔ انہوں نے فرمایا: یہ مصیبت یوں رفع نہیں ہوگی۔ اس کے لئے کسی بزرگ سے دعا کراؤ۔ انہوں نے کہا: پھر آپ ہی کچھ پتہ بتایئے۔ شاہ صاحب نے فرمایا کہ اربابِ نشاط کے کوچے میں چلے جاؤ، وہاں تمہیں ہیجڑوں کا ایک گروہ ملے گا ان میں جو زیادہ تالیاں بجاتا ہوگا اس کو جا کر کہو کہ وہ دعا کرے۔ چنانچہ وہ لوگ وہاں گئے۔ انہیں ہیجڑوں کا ایک گروہ اور ان میں ویسا ایک شخص ملا۔ اسے پیغام دیا تو اس

Marfat.com

نے تالی بجا کر کہا کہ میں کہاں اور دعا کہاں؟ شاہ صاحب نے مذاق کیا ہوگا۔ مگر جب یہ لوگ نہ ہٹے تو بالآخر اس نے کہا۔ اچھا شاہ صاحب کو عرض کر دیجئے کہ آج شام خواجہ نظام الدین اولیاء کی درگاہ پر آکر دعا کریں گے۔ وہ بھی تشریف لائیں۔ شاہ صاحب کو انہوں نے آکر بتایا۔ شاہ صاحب بھی شام کو اپنے شاگردوں کے ہمراہ درگاہ پر پہنچ گئے۔ دیکھا تو تمام خواجہ سرا صف میں بیٹھے تھے اور شاہ صاحب بھی انکے سامنے بیٹھ کر مراقبے میں چلے گئے۔ تھوڑی دیر کے بعد دونوں بزرگوں نے سر اٹھایا اور کہا کہ قبولیت کا دروازہ کھلا ہے جو دعا کرو گے، قبول ہوگی۔ حاضرین نے دعائیں مانگیں لیکن ان دونوں بزرگوں نے صرف بارش کے لئے دعا کی۔ دعا ختم ہوتے ہی دور سے بجلی چمکتی دکھائی دی اور ہوا چلنے لگی۔ شاہ صاحب نے کہا۔ اب جلدی جلدی گھر چلو ورنہ بھیگ جاؤ گے۔ خوب بارش ہوئی اور قحط دور ہوگیا۔ (۴۴)

غوث علی شاہ قلندر رحمۃ اللہ علیہ کو ان کے سفروں کے درمیان ایک آدمی نے بتایا کہ وہ گھر سے جا کر کہیں کسی راجہ یا نواب کے ہاں ملازم ہوگیا۔ وہاں کسی حریف ریاست کے خلاف جنگ چھڑ گئی جس میں بہت لوگ ہلاک اور زخمی ہوئے۔ یہ بھی زخمی ہوا۔ اتنے میں دیکھا کہ کچھ برہمن پانی لے کر پہنچے ہیں اور زخمیوں کو پانی پلا رہے ہیں۔ اس کے پاس بھی ایک برہمن پانی لے کر آیا مگر اس نے کافر جان کر اس کا پانی پینے سے انکار کر دیا۔ اس نے کان میں کہا: پانی پی لو، میں خضر ہوں اور یہ لوگ ابدال ہیں۔ اس نے پوچھا، پھر یہ کیا شکل بنائی ہے۔ اس نے کہا اگر ایسا نہ کرتے تو یہ لوگ جو سب ہندو ہیں، کسی غیر مذہب کے ہاتھ سے پانی نہ پیتے، اس لئے تم پی لو۔ اس نے کہا۔ اگر ایک بار پھر آکر کہیں مجھے ملو تو پیتا ہوں۔ اس نے وعدہ کیا پھر کئی برس بعد ایک سپاہی ان کے گھر آیا اور کہا۔ آپ سے وعدہ تھا اس لئے آگیا ہوں۔ یہ نہ پہچانے۔ اس نے کچھ دیر کے بعد کہا۔ اچھا، اب جاتا ہوں۔ اس کے جاتے ہی انہیں خیال آیا، کہیں یہی آدمی خضر نہ ہو لیکن وہ غائب ہو چکا تھا۔

جن دنوں ہندوستان کی آزادی اور تقسیم کا مسئلہ درپیش تھا۔ مولانا حسین احمد مدنی نے

Marfat.com

رات کے دو بجے اپنے دو ساتھیوں کو طلب کر کے بتایا کہ اصحاب باطن نے ہندوستان کی تقسیم کا فیصلہ کر دیا ہے اور ہندوستان کی تقسیم کے ساتھ بنگال اور پنجاب کو بھی تقسیم کر دیا۔ اس پر ان میں سے ایک نے کہا کہ اب ہمارے لئے کیا حکم ہے۔ اس پر مولانا مدنی نے کہا کہ ہم لوگ ظاہر کے پابند ہیں، جس بات کو حق سمجھتے ہیں، وہ کہتے رہیں گے۔(۲۶) (فقیر کو ایک ذریعہ سے پتہ چلا کہ اس زمانہ میں قطب الاقطاب مولانا عبدالسلام نیازی رحمۃ اللہ علیہ تھے۔ ہوسکتا ہے، انہوں نے یا کسی اور نے مولانا کو خبر دی ہو، مولانا کو اسی طرف سے وہیں رہنے کی ہدایت کی گئی تھی کہ کوئی وہاں مسلمانوں کا پرسان حال بھی رہے، وَاللّٰہُ اَعلَم بِالصَّوابُ۔)

ممتاز مفتی نے ''لبیک'' میں ایک ایڈووکیٹ کا ذکر کیا ہے جو اہل خدمات میں سے تھے۔ ۱۹۶۵ء کی ہندو پاک جنگ میں وہ صدر ایوب مرحوم کو خطوط کے ذریعہ ہدایت بہم پہنچانے پر مامور ہوئے۔ الیکشن کے بارے میں انہوں نے ایوب کو لکھا تھا۔ ''یہ طرز عمل اختیار نہ کیجئے، کامیاب ہو جاؤ گے لیکن بے عزتی ہوگی۔'' ۱۹۶۵ء کے سیز فائر سے بہت پہلے انہیں خبردار کیا کہ سیز فائر نہ کیا جائے اور اگر امر مجبوری ہو تو صرف چند گھنٹوں کے لئے۔ پھر تاشقند جانے سے پہلے انہیں لکھا گیا کہ وہاں نہ جائیں اور کچھ نہ کرسکیں تو نمائندہ بھیج دیں، نہیں تو باعث تذلیل ہوگا۔ لیکن صدر ایوب نے اس کے برعکس کیا۔ وہ ایڈووکیٹ صاحب حج پر تشریف لے گئے وہاں رُوحانیین کی ایک اعلیٰ کانفرنس میں شرکت کی۔ صدر ایوب کو ہٹانے کا فیصلہ ہوا۔ انہوں نے صدر موصوف کو اس سے بھی مطلع کر دیا۔'' صدر ایوب نے ناراض ہو کر ایڈووکیٹ صاحب کے پیچھے پولیس لگا دی۔ ایڈووکیٹ صاحب کا تو کچھ نہ بگڑا لیکن ایوب خان کی صدارت کا تیر ضرور کمان سے نکل گیا۔''(۲۷)

بعض اوقات قطب ارشاد خواب میں کسی واقعہ کو متمثل دیکھتا ہے اور حالات اس کے مطابق رخ اختیار کر لیتے ہیں۔ اس میں زمرۂ ابدال کے لوگ اور تمام روحانیین مؤید اور مُمد ہو جاتے ہیں۔ فیوض الحرمین میں حضرت شاہ ولی اللہ دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنا ایک رویاء بیان

Marfat.com

فرمایا ہے۔ آپ نے اپنے آپ کو قائم الزمان (قیوم یا قطب الاقطاب) کے طور پر دیکھا کہ کفار کا بادشاہ مسلمانوں پر غالب آ گیا ہے اور اس نے ان کے مالوں کو لوٹ لیا اور اولاد کو غلام بنا لیا اور شہر اجمیر میں کفر کی باتوں کو رائج کر دیا ہے۔ نتیجتاً اللہ تعالیٰ زمین والوں پر بہت ناراض ہوا اور یہ غضب شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ کی جانب مترشح ہوا۔ چنانچہ انہوں نے اپنے تئیں ایک فوج کے درمیان پایا۔ انہوں نے دیکھا کہ وہ سب ان کے غضبناک ہونے کی بناء پر غضبناک ہیں اور دریافت کر رہے ہیں کہ اس وقت اللہ تعالیٰ کا حکم کیا ہے۔ آپ نے انہیں قتال کا حکم دیا۔ یہاں تک کہ اب شہروں پر شہر فتح ہونے لگے حتیٰ کہ ایک موقعہ پر کافروں کے بادشاہ کو پکڑ کر ذبح کر ڈالا گیا۔ فرماتے ہیں: ''جس وقت میں نے خون کو دیکھا کہ اس کی رگوں سے فوارہ کی طرح نکل رہا ہے تو میں نے کہا کہ اس وقت رحمت نازل ہوئی ہے۔'' چنانچہ وہی قتال کرنے والے مسلمان رحمت کا مظہر بن گئے۔ اس خواب میں حضرت شاہ ولی اللہ دہلوی نے اپنی تئیں اللہ کے نظام الخیر کے جارحہ کے طور پر دیکھا جو اللہ کی مراد کا انجام کر رہا ہے۔ بعد میں ایسا ہی ہوا کہ جاٹوں اور مرہٹوں کے ساتھ احمد شاہ ابدالی کی جنگ ہوئی۔ بہت مارے گئے، مرہٹہ سردار کام آیا اور مسلمانوں کے لئے امن و عافیت کی صورت پیدا ہوئی۔ (۲۸)

ایک بار اس فقیر نے بھی اسی طرح کا خواب دیکھا۔ پاکستان میں حکومت کی وعدہ خلافیوں کی وجہ سے حالات دگرگوں رنگ اختیار کر چکے تھے۔ اس فقیر نے اپنے آپ کو ایک اولی الامر بادشاہ کے رنگ میں ایک عالی شان قلعے کی سیڑھی پر سرو قد کھڑے ہوئے دیکھا۔ دور سے لوگوں کی چیخ و پکار اور شور کی آواز سنائی دی۔ اتنے میں دیکھا کہ لوگ ایک باغی کو اردگرد سے گھیرے پکڑے ہوئے لا رہے ہیں، سامنے آ کر نیچے کی سیڑھی کے سامنے وہ رک گئے۔ وہ باغی قلیل کپڑوں میں ملبوس تھا۔ اس کے موٹے موٹے گداز بازو ننگے تھے اور پنڈلیاں بھی نظر آ رہی تھیں۔ سر پر بھی کچھ نہ تھا۔ مگر وہ ان کے درمیان گھرے ہوئے بھی نہایت دلیر اور بے باک دکھائی دے رہا تھا۔ اس نے آتے ہی دہائی دی کہ میری درخواست پر بھی غور کیا جائے۔ اس پر

Marfat.com

فقیر کے منہ سے نکلا ''ہاں تمہاری درخواست پر غور کیا جائے گا'' اور بس منظر ختم ہو گیا۔ بعد ازاں اس حکمران کو عوام کا باغی متصور کیا گیا اور سزا ہو گئی۔ فقیر کا خیال ہے کہ وہ رویاء کسی اور صاحب وقت بزرگ ہستی کے مثالی تصور کا عکس تھا جو اس فقیر کی روح پر پڑا یا ملاء اعلیٰ کے کسی سردار کے اقتضاء کا انکشاف تھا۔ دونوں صورتوں میں بات ایک ہی ہے۔

اپنے وقت کے غوث حضرت سید شاہ عبدالرزاق بانسوی رحمۃ اللہ علیہ ایک روز اپنے گھر کے دروازے کے سامنے تشریف فرما تھے، مریدین بھی حاضر خدمت تھے، جہاں گھوڑی تھی، اس کے عقب سے گرد اٹھی۔ زمین وہیں سے تڑکی اور ایک شخص نمودار ہوا۔ حضرت کی خدمت میں حاضر ہو کر سرگوشی کے انداز میں گوش مبارک میں کچھ کہا۔ حضرت نے فرمایا: قضائے الٰہی میں کوئی چارہ نہیں، دخل دینا ٹھیک نہیں ہے۔ آنے والا اسی طرح ناپید ہو گیا۔ حاضرین حیرت زدہ بیٹھے رہے، حضرت نے فرمایا: یہ دہلی کے قطب تھے، فرخ سیر سے دل بستگی رکھتے ہیں۔ اس کے سر پر اجل منڈلا رہی ہے۔ آئے تھے کہ فقیر سے اس کے بارے میں درگذر کی درخواست کریں چونکہ امرِ الٰہی میں دخل دینا نہ چاہئے، قطب دہلی کو میں صاف جواب دے دیا۔(۲۹)

حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے ایک صاحبزادے کے بارے میں تحریر فرمایا ہے کہ ایک ہلاکت خیز وبا پھیلی اور لوگ مرنے لگے۔ وہ صاحبزادے بیمار ہوئے اور وفات پائی۔ اس پر وہ وبا تھم گئی اور اس کی سختی ختم ہو گی۔ حضرت مجدد رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ ان کی وفات لوگوں کی جانوں کے لئے کفارہ بن گئی اور وہ وبا کی وجہ سے مزید اموات سے بچ گئے۔ مجدد صاحب نے لکھا: ''بتاریخ نہم ربیع الاول روز دوشنبہ فرزندِ مرحوم خواجہ محمد صادق بجوارِ رحمتِ حق پیوست وخود را فدائے عمومِ خلق ساخت اِنَّا لِلّٰہ وَاِنَّا اِلیہ رَاجِعُون ۔ فوتِ ایشاں وتسکیں در وَبا محسوس گشت ومردمِ شہر در واقعات دیدند کہ میاں محمد صادق می فرمایند کہ ایں بلا رامَن بَرخُود گرِفتم ۔ دوروز است کہ در شہر تسکین است۔'' (۳۰)

(ربیع الاول کی نو تاریخ کو دوشنبہ کے دن مرحوم فرزند خواجہ محمد صادق کا انتقال ہو گیا

Marfat.com

اور انہوں نے اپنے کو عام خلقت کے بچاؤ کے لئے قربان کر دیا۔اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیہِ رَاجِعُون ۔ان کی وفات پر وبا میں تسکین محسوس ہوئی اور شہر کے لوگوں نے خواب میں دیکھا کہ میاں محمد صادق کہتے ہیں کہ یہ بلا میں نے اپنے اوپر لے لی ہے۔اب دوسرے دن سے شہر میں سکون ہے)

اس قسم کے واقعات صوفیاء کے تذکروں اور تاریخ کی کتابوں میں عام ملتے ہیں۔ عام قاری کم علمی یا بے خیالی کی بناء پر ان کو ان کے پورے مفہوم کے ساتھ سمجھنے کی کوشش نہیں کرتا۔غور کیا جائے تو اس واقعات و مشاہدات سے معلوم ہوتا ہے کہ ظاہر و باطن میں جو حالات و واقعات رو پذیر ہو رہے ہیں ان کے پیچھے زیادہ تر رجال غیب کا ہاتھ ہوتا ہے۔

مُحرک اور نگران:

ابدال رجال غیب کی ایک جماعت ہیں ورنہ جیسا کہ شیخ عبدالکریم الجیلی رحمۃ اللہ علیہ نے بیان فرمایا، رجال غیب میں تو فرشتے، ارواح مقدسہ اور دیگر کئی اور قوتیں سب شامل ہیں جو اللہ کی مشیت کی تعمیل میں سرگرم کار رہتی ہیں۔گویا ہم ابدالوں کے کام کے بارے میں اتنا ہی کہ سکتے ہیں کہ ظاہر کی سطح پر رونما ہونے والے بیشتر واقعات اور تبدیلیوں کے پیچھے ابدال خود محرک ہوتے ہیں یا پھر ان کی نگرانی میں معاملات سرانجام پا رہے ہوتے ہیں۔ یہاں یہ سوال نہیں کیا جاسکتا کہ اگر ایسا ہے تو پھر ظاہر میں خرابی کیوں پیدا ہوتی ہے۔اول تو یہی درست نہیں کہ ابدالوں کے نزدیک بھی صحیح کام وہی ہے جسے ہم ظاہر میں صحیح سمجھتے ہیں۔خضر و موسیٰ علیہما السلام کے واقعہ سے ظاہر ہے کہ موسیٰ علیہ السلام کے نزدیک وہی کام خراب تھا جو خضر علیہ السلام کے نزدیک صحیح تھا۔گو بعد میں سمجھانے پر موسیٰ علیہ السلام کو بھی معلوم ہو گیا کہ مصلحت اسی کام میں تھی جو خضر علیہ السلام نے کیا۔مگر جاننا چاہئے کہ ابدال اگر کسی بستی کی ویرانی کے محرک بنتے ہیں تو یہ بھی اس لحاظ سے ان کے نزدیک عین صواب ہوتا ہے کہ بعد ازاں نئی آبادی بہتر ہوگی۔لیکن محدود نکتۂ نظر سے سوچنے والے یا مرنے والے تو اسے اپنے لئے عذاب ہی سمجھتے ہوں گے۔اپنی اپنی سطح پر دونوں صحیح ہیں اسی لئے تو اللہ کی تقدیر کو بہر حال برحق مانا جاتا ہے۔

Marfat.com

ابدال تصرف ضرور کرتے ہیں اور ان کے تصرفات کی مثالیں بے شمار ہیں۔ بظاہر یہ ان تصرفات میں خود مختار اور آزاد دکھائی دیتے ہیں مگر ان کی اپنی حالت یہ ہوتی ہے کہ نظر ان کی سر قدر پر رہتی ہے۔ جو کچھ ان پر القاء یا کشف ہوتا ہے، وہ اس کے مطابق عمل کرتے ہیں۔

ابدال اور تقدیر:

اب پوچھا جاسکتا ہے پھر ایسا کیوں ہوتا ہے کہ اولیاء اللہ کے بیان کے مطابق کوئی شخص فلاں بزرگ کے پاس پہنچا تو اس کی دعا سے بلا ٹل گئی یا اس نے توجہ باطنی سے حالات میں تصرف کر کے ان کا رخ موڑ دیا تو اس اشکال کو رفع کرنے کے لئے تھوڑا سا تقدیر کے عمل کے بارے میں جاننا ضروری ہے۔ مختصراً یوں سمجھئے کہ کائنات کے ہر لمحے کا حال اور ہر ذرے کی حرکت اللہ کے علم میں ہے۔ وَسِعَ رَبِّیْ کُلَّ شَیْئٍ عِلْماً ط الانعام۔۸۰ (میرے رب کے علم میں سب چیز کو سمائی ہے) سب کچھ لوح محفوظ میں درج ہے اور اسی کے مطابق زمان و مکان میں ظہور ہو رہا ہے۔ مگر اب نیچے تقدیر کو دیکھئے تو جو کچھ اوپر سے نازل ہوتا ہے اس کی شکلیں پہلے عالم مثال میں بنتی ہیں۔ اہل کشف بلا یا انعام کے اس نزول کو عالم مثال میں دیکھ لیتے ہیں اور اللہ کے حضور میں دعا، تضرع یا زاری سے اس کے رفع وحصول میں تبدیلی لانے والے بنتے ہیں۔ ایک شکل عالم مثال سے ان کے تصرف سے محو ہو جاتی ہے اور دوسری کا اثبات ہوتا ہے تو اس طور پہ بننا، بگڑنا اور محو و اثبات عالم مثال میں جاری رہتا ہے اور یہ سب کچھ اللہ کے علم کے مطابق ہو رہا ہوتا ہے۔ اکثر بزرگوں یا ابدالوں کی رسائی تو یہیں تک ہوتی ہے لیکن ان میں سے مقربین کبار لوح محفوظ تک دیکھتے ہیں اور یوں کسی تقدیر کے بارے میں حتمی خبر بھی دے دیتے ہیں۔

تصرفات

بذریعہ دعا و توجہ باطنی:

ابدالوں کو جو صفت بار بار بیان کی گئی ہے وہ ان کی دعا گوئی ہے۔ وہ دعا کرتے ہیں

Marfat.com

اور اللہ کے نزدیک مستجاب الدعوات ہوتے ہیں۔ دراصل ان کا پورا وجود دعا ہوتا ہے اور وہ ہر وقت امت کے لئے دعا میں مصروف رہتے ہیں۔ بعض بزرگوں کے اوراد میں اس ورد اَللّٰھُمَّ اغْفِرْ لِاُمَّةِ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلِّمْ، اَللّٰھُمَّ ارْحَمْ لِاُمَّةِ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلِّمْ، اَللّٰھُمَّ انْصُرْ لِاُمَّةِ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلِّمْ، کے بعض جملوں کی فضیلت حدیث میں بھی نقل کی گئی ہے اور اس کی شرح میں پوری دعا کے بارے میں امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ کا قول نقل کیا گیا ہے کہ جو شخص ہر نماز کے بعد ایک مرتبہ یہ دعا پڑھے، تو خدا اس کو ابدالوں کا درجہ عطا کرے گا، اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ ابدال رحمت عام کی زبان ومثال ہوتے ہیں اور جو بھی عوام الناس یا امت کے لئے دعا کے ذریعہ اس میں ان مؤید ہوتا ہے، وہ اس کے قریب آجاتے ہیں اور نتیجتاً وہ بھی ان کے قریب ہو جاتا ہے۔

ان کے دلوں میں خلق خدا کی ہمدردی اس قدر ہوتی ہے کہ وہ ہر وقت ان کی فلاح کی خاطر مصروف عمل رہتے ہیں۔ اسی ہمدردی میں وہ نہایت سوز کے ساتھ دعا کرتے ہیں اور دعا کی قبولیت کے لئے پہلی اور آخری شرط یہی درد اور آہ اور تضرع ہے۔ ابدال اس شرط کو پورا کرتے ہیں۔ اگر کہیں کوئی ابدال بد دعا بھی کرتا ہے تو اس کے پیچھے بھی وہی خیر کا پہلو ہوتا ہے۔ یہ دعا موسیٰ علیہ السلام اور نوح علیہ السلام کی دعاؤں کی طرح ہوتی ہے کہ ظالموں کی ایک نسل ہلاک ہو جائے تو پھر دوسری نسل سنور سکتی ہے ورنہ فساد کا یہ سلسلہ لامتناہی زمانوں تک جاری رہے گا۔ (۳۱) اس معاملہ کے پیچھے بھی ظاہر ہے، آنے والی نسلوں کی خیر خواہی منظور ہوتی ہے۔

یہ ابدال اپنی فطرت کے لحاظ سے اس قدر لطیف قلوب وطبائع رکھتے ہیں کہ ہر آن یہ اپنے آس پاس ہونے والے واقعات سے اثرات قبول کرتے رہتے ہیں اور ہر آن ان پر اثر انداز بھی ہوتے رہتے ہیں اور ان کا اثر انداز ہونا اپنی طبیعت کے رنگ میں ہوتا ہے۔ اسی لئے کہتے ہیں، جیسی کسی ولایت کے ابدال کی طبیعت ہوتی ہے، اس کے مطابق اس کے حلقہء اثر میں حالات رخ اختیار کرتے ہیں۔ اگر طبیعت کا سخت ہوگا تو لوگوں کے درمیان ظاہری معاملات

Marfat.com

میں بھی وہی سختی آ جائے گی اور ٹکراؤ کی صورت نمایاں رہے گی اور اگر نرم ہوگا تو لوگوں کے درمیان بھی محبت ورافت ہوگی۔اس بات کو جس طور سے بھی سمجھا جائے، حقیقت یہی ہے۔

جب یہ ابدال سرگرم عمل ہوتے ہیں اور خدمت پر کمربستہ ہوکر باہر نکلتے ہیں تو پھر جہاں جیسے بھی کوئی شخص مشکل میں نظر آئے، اس کی مدد کو پہنچتے ہیں۔اللہ کی مشیت پر نظر رکھتے ہیں اور اس کے مطابق اپنی توجہ سے ایسے کام بھی کرتے ہیں جو ظاہر بین نگاہوں میں خطا دکھائی دیں۔اس وقت مشیت کے نفاذ میں ان کا نقطۂ نظر ظاہری عدالتوں کے ججوں یا انتظامیہ کے ارکان کی طرح معروضی ہوتا ہے۔اس وقت یہ اپنی محیر العقول طاقتیں کام میں لاتے ہیں اور کام کرتے ہیں۔

تذکروں میں کئی بزرگوں کی توجہ باطنی کے تصرفات کے بے شمار واقعات مل سکتے ہیں۔یہ توجہ کچھ بھی کرسکتی ہے، مار سکتی ہے، مرنے والے کو جلا سکتی ہے، پتھروں کو ریزہ ریزہ کرسکتی ہے، ذہنوں سے کسی بات کو محو اور دوسری کا اثبات کرسکتی ہے، کوئی جرم کرنے جا رہا ہو تو ایک آن میں غیر محسوس طریقے پر اس کی نیت کو تبدیل کرسکتی ہے، غرضیکہ توجہ باطنی کے ذریعہ تصرفات کا دائرہ بہت وسیع ہے اور ابدال اس سے بہت کام لیتے ہیں۔

طے الارض اور دوسری قوتیں:

علاوہ ازیں ابدالوں کو اور بہت سے قوتیں دی جاتی ہیں کہ وہ ایک جگہ سے قلیل وقت میں دوسری جگہ جاسکتے ہیں۔خواہ فاصلہ سینکڑوں میل کا ہو، ایک جگہ حاضر رہ کر دوسری جگہ اپنے مثالی پیکر کے ذریعہ حاضر ہوسکتے ہیں۔بہت دور بیٹھے ہوئے کسی بزرگ سے مکالمہ ومخاطبہ کرسکتے ہیں۔اپنے روحانی قوت کو کسی شیر یا سانپ میں داخل کر کے کسی کو ہلاک کرسکتے ہیں۔یہ سب قوتیں ان بزرگوں کی ہیں جنہیں ہم ابدال یا اہل خدمات کہتے ہیں۔ہندوستان کے بابا تاج دین ناگپوری رحمۃ اللہ علیہ، مراکش کے سید عبدالعزیز دباغ رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت عبدالرزاق بانسوی رحمۃ اللہ علیہ کے ایسے واقعات کئی مختلف الخیال لوگوں نے دیکھے اور سنے ہیں اور ان کی

Marfat.com

تصدیق کی ہے۔ پھر ان کی باقاعدہ کچہری ہوتی ہے جہاں یہ مل کر اہم امور کے بارے میں فیصلے کرتے ہیں اور ظاہر میں انہی کے مطابق عمل پیرا ہوتے ہیں۔

یہ سوال پھر غیر متعلق ہوگا کہ ابدالوں کی ان خدمات کے باوجود طبع جہاں کبھی کبھی ناساز کیوں ہو جاتی ہے؟ ایسا اس لئے ہوتا ہے کہ ابدال تو اللہ کی کارگاہ مشیت کے صرف ایک شعبہ کے ارکان ہیں۔ اللہ کے ہاں تو بے شمار عوامل تبدیلیاں لا رہے ہیں۔ چنانچہ ابدال کا اپنا دائرہ کار اور اختیار ہے۔ جہاں تک ہو سکتا ہے، وہ معاملات کو سنبھالے رہتے ہیں مگر کبھی کبھی ان کے کام کی راہ میں روکیں بھی کھڑی ہو جاتی ہیں اور ان کا عمل رک جاتا ہے۔ لیکن یہ سب کچھ مشیت الٰہی کے تحت رو پذیر ہوتا ہے۔ جیسے تاتاریوں کی فوجیں چنگیز خان کی قیادت میں تاخت و تاراج کرتی ہوئیں جب بخارا میں داخل ہو گئیں تو کچھ لوگ دوڑے دوڑے باہر ایک بزرگ کی خانقاہ میں جا کر ان سے رفع عذاب کے لئے ملتجی ہوئے۔ انہوں نے فرمایا۔ ''بھاگ جاؤ، اس وقت نسیمِ بے نیازی چل رہی ہے، جدھر کو ہو سکے نکل جاؤ، اس کے سامنے کسی کی نہیں چل سکتی۔''

اس کے علاوہ ابدالوں کے تصرفات کے ساتھ اولیاء اللہ اور بھی کئی طرح سے طبع جہاں پر اثر انداز ہوتے رہتے ہیں۔ مثلاً کسی قطب ارشاد کا تصور حقیقت بن کر ظاہر ہوتا ہے یا کوئی ولی دوسروں کو بچانے کے لئے صدقہ کے طور پر اپنی جان قربان کر دیتا ہے۔ اس سلسلہ میں مثال کے طور دو واقعات پہلے بیان کئے جا چکے ہیں لیکن اور ہزار طریقے ہیں جن سے اللہ کی مشیت اور تقدیر کام لیتی ہے۔ اس کا مکمل طور پر احاطہ کون کر سکتا ہے۔ وَلِلّٰهِ جُنُوْدُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَكَانَ اللّٰهُ عَلِيْمًا حَكِيْمًا الفتح:۴ (اور اللہ کے ہیں لشکر آسمانوں اور زمین کے اور اللہ خبردار حکمت والا ہے) وَمَا يَعْلَمُ جُنُوْدَ رَبِّكَ اِلَّا هُوَ المدثر:۳۱ (اور کوئی نہیں جانتا تیرے رب کے لشکر، مگر وہی آپ)

Marfat.com

اَبدالوں کے مَناصِب

رِجالِ غیب کی جس قسم کا تذکرہ کیا جا رہا ہے، ان سب کو ابدال کہا جاتا ہے۔ جس طرح فوج میں جرنیل سے لے کر نیچے ایک پیادے تک سب کو سپاہی کہتے ہیں گو ان کے مناصب میں بہت فرق ہوتا ہے، اسی طرح اولیاء اللہ کے درمیان اس زمرے کو ابدال کہہ کر تمیز کرتے ہیں لیکن اپنی تنظیم میں اختیار اور فرائض کے لحاظ سے ان کے الگ الگ مناصب ہیں۔ ان کے بھی ایسے ہی شعبے ہیں، جیسے ظاہر میں حکومتوں کے ہوتے ہیں اور نظم و ضبط ایسا ہے کہ کوتاہی پر سزا بھی ملتی ہے اور وہ سزا معمولی نہیں ہوتی۔ صوفیاء کے تذکروں میں ان مناصب کی تفصیل کئی طرح سے ملتی ہے۔ یہ شاید اس لئے ہے کہ بعض اہم عہدوں کے علاوہ کچھ نئے عہدے وضع کئے جاتے ہیں جو عارضی بھی ہو سکتے ہیں اور کچھ عہدے نیچے کی سطح پر ایسے ہوتے ہیں جو خالی بھی رہ سکتے ہیں گویا ظاہر کو دیکھ کر ان کے طریق کار یا قیاس کیا جا سکتا ہے۔ تفصیلی جائزہ میں اوپر سے نیچے کی طرف تذکرہ آسان رہے گا۔

غوث:

سب سے اوپر غوث ہوتا ہے جسے قطب الاقطاب، قطب مدار یا قطب الابدال کہتے ہیں۔ اس لئے کہ یہ معدودے چند قطبوں میں سے چنا جاتا ہے۔ اللہ کا یہ ولی جہاں میں عند اللہ مستحق اجابت خیال کیا جاتا ہے اور اس کی باطنی توجہ آفاق میں پھیلی ہوئی ہے۔ ہر روز وہ اپنے اقطاب اور بزرگ ابدال کے ساتھ ایوان میں بیٹھتا ہے اور ایسے فیصلے صادر کرتا ہے جو براہ راست حضرت باری تعالیٰ اور روح رسول اللہ ﷺ کی طرف سے اس کے قلب و روح پر القاء کئے جاتے ہیں۔ حضرت سلطان باہو رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ غوث عرش کے اوپر ستر ہزار

Marfat.com

پردوں کی خبر رکھتا ہے اور مراتب کے لحاظ سے وہ چھ قطبوں کا سا مرتبہ رکھتا ہے۔(۳۲) مراکش کے حضرت سید عبدالعزیز دباغ رحمۃ اللہ علیہ غوث الزّمان تھے۔ انہوں نے اپنے عالم مرید احمد بن مبارک سلجاسی کو غوث کے بارے میں یہ معلومات بہم پہنچائیں:

غوث، اُمت میں رسول اللہ ﷺ کا نائب ہوتا ہے۔ آپ کی طرف سے اس کے قلب پر جو کچھ القا ہوتا ہے، اس کے مطابق وہ آگے امر کو جاری کرتا ہے۔ روزانہ وہ زمرۂ ابدال کے ساتھ دربار میں بیٹھتا ہے اور اُمتِ محمد یہ اور اقوام عالم کے بارے میں فیصلے صادر کرتا ہے۔ کبھی کبھی خود رسول اللہ ﷺ بھی اس ایوان کی صدارت کے لئے تشریف فرما ہوتے ہیں جو امر اللہ کی طرف سے نازل ہوتا ہے، وہ رسول اللہ ﷺ کے ذریعہ غوث کو پہنچتا ہے، پھر وہ امر ساتون اقطاب پر پھیلتا ہے اور ساتوں اقطاب سے اہل مجلس پر۔

اگر غوث موجود نہ ہو تو مجلس سے اختلاف کی صورت ایسی ہو جاتی ہے کہ اختلاف کرنے والوں کو دنیا سے اٹھالیا جاتا ہے۔ غوث کا رعب اس قدر ہوتا ہے کہ اس کی موجودگی میں کوئی اپنا نچلا ہونٹ تک نہیں ہلاسکتا۔ چہ جائیکہ مخالفت کا لفظ منہ سے نکالے کیونکہ اور تو اور اس طرح اس کے ایمان کے سلب ہونے کا خطرہ ہوتا ہے۔ ''جب اہلِ دیوان کا اجتماع ہوتا ہے، تو اس وقت سے دوسرے دن تک جو کچھ ہونے والا ہوتا ہے اس پر اتفاق کرتے ہیں۔ چنانچہ آئندہ دن اور آئندہ رات میں جو کچھ بقضائے الٰہی ہونے والا ہوتا ہے اس پر بحث کرتے ہیں۔ ان کا تصرف تمام عوالم مین ہوتا ہے خواہ وہ عالم علوی ہو، خواہ عالم سفلی۔ بلکہ ستر حجابوں میں حتیٰ کہ عالم رقا میں بھی جو کہ ستر حجابوں سے بھی اوپر ہے، اس کا تصرف ہوتا ہے۔ ان کا تصرف ان میں، ان کے رہنے والوں میں، ان کے دلوں میں ان کے مافی الضمیر میں ہوتا ہے۔'' (۳۳)

غوث کے معنی ''فریادرس'' کیئے گئے ہیں کہ وہ ایک جہان کی فریاد پر اپنی دعا اور توجہ کے ذریعہ حالات دنیا میں تصرف کرتا ہے۔

Marfat.com

غوث کے برابر یا اُس سے بڑے اولیاء اللہ:

ابتداء میں ہی یہ وضاحت کی جا چکی ہے کہ زمرۂ ابدال کے اولیاء اللہ عام طور پر تکوینی امور کے ہی نگران و عامل ہوتے ہیں گو ان کا تعلق ذاکر و شاغل اور معلم اولیاء اللہ سے رہتا ہے۔ ان کی روحانی طور پر معاونت بھی کرتے ہیں مگر ذمہ داری ان کی وہی ہے یعنی اللہ کی رحمت عامہ کا آلہء کار بن کر انسانوں کی خدمت پر کمربستہ رہنا۔ کچھ اور اولیاء اللہ ہوتے ہیں جن کے مراتب ان کے برابر یا ان سے بڑھ کر ہوتے ہیں۔ (۳۴) یہ اپنے اپنے طریقوں کے سلوک کے وہ منتہی صاحب ارشاد لوگ ہوتے ہیں جو علم و معرفت اور فیض باطنی کی تلقین و تدریس میں لگے ہوتے ہیں۔ ابدال اکثر ان کے معاون و مؤید رہتے ہیں کہ ان کا مرتبہ علم اور فریضہء ارشاد کی بناء پر ان سے بڑا ہوتا ہے۔

فوائد الفواد میں حضرت خواجہ نظام الدین و الحق رحمۃ اللہ علیہ کا بیان درج ہے کہ حضرت شیخ نجیب الدین متوکل رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت شیخ فرید الدین و الحق سے کہا، لوگوں کے قول کے مطابق مردان غیب آپ کے پاس آتے جاتے ہیں۔ اس بات کی آپ نے تردید نہ کی، صرف اتنا فرمایا کہ تم بھی ابدال ہو (اگر وہ خود ابدال تھے تو پھر معلوم ہوتا ہے کہ تب یہ سوال انہوں نے کسی کی ترغیب پر حضرت شیخ سے پوچھ لیا ہوگا۔)

وہ ولی جو علم و معرفت میں اپنے زمانہ کا منبع ءفیض ہوتا ہے، اس قطب ارشاد کہتے ہیں۔ ایک وقت میں کئی قطب ارشاد بھی ہو سکتے ہیں، یہ اپنے اپنے سلاسل کے صوفیائے طریقت ہوتے ہیں جو لوگوں کا ذکر و فکر کی تلقین کرتے ہیں اور بیعت و ارشاد کے ذریعہ اپنے اپنے طریقہ کو زندہ رکھتے ہیں۔ ایسا بھی ہوتا ہے کہ وہ جو اپنے وقت کا غوث ہے، اپنے دور کا سب سے بڑا صاحب ارشاد بھی وہی ہو۔ جیسے غوث الاعظم سیدنا الشیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ تھے یا کئی دوسرے بزرگ اس طرح کے ہو گزرے ہیں جن کی شخصیت میں دونوں مراتب جمع ہو گئے تھے۔

شیخ احمد سرہندی مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ نے ''قیوم'' ہونے کا دعویٰ کیا۔ جس کی

Marfat.com

تشریح انہوں نے یہ کی کہ قیوم اپنے زمانے کا وہ انسان کامل ہے کہ تمام کمالات ظاہری و باطنی اس کے توسط سے ظاہر ہوتے ہیں۔

اسی طرح زمانے میں ایک بلند پایہ ولی ''قطب وحدت'' ہوتا ہے، جس کی قوت قدسیہ دنیا کے تمام عوالم روحانی کو متاثر کر رہی ہوتی ہے۔ قطب وحدت کی تین امتیازی خصوصیات بیان کی گئی ہیں اول اگر کوئی آدمی رات دن مسلسل اس کی صحبت میں ہے تو القاء کئے بغیر اس کے لطائف منور ہو جاتے ہیں بلکہ منازل سلوک بھی طے ہونے لگتی ہیں۔ دوم اس کا کوئی تربیت یافتہ اس کی اجازت کے بغیر بھی اگر کسی کے وجود میں لطیف روحانی مراکز روشن کرنا چاہے تو ایسا کر سکتا ہے بلکہ صرف منور لطائف والا شاگرد بھی کسی کی تربیت دینا شروع کر دے تو اسے فائدہ ضرور پہنچتا ہے۔ سوم وہ اپنے عقیدت مندوں کو توجہ غیبی سے فیض دیتا ہے اور منازل بدستور طے ہوتی رہتی ہیں۔ اس فقیر کا خیال ہے کہ یوں تو تمام مریدین اپنے اپنے پیران طریقت کا مرتبہ بلند مانتے ہیں اور انہیں ایسا کرنا بھی چاہئے۔ مگر یہ فقیر اپنے تھوڑے سے علم کی بناء پر جو اللہ نے عطا کیا ہے، یہ سمجھتا ہے کہ سیدی حضرت محمد وراثت حسین شاہ رحمۃ اللہ علیہ جو کئی سال تک تادم وصال کلیانوالہ میں حضرت حاجی عبداللہ شاہ رحمۃ اللہ علیہ (بادشاہ غوث وقطب) کی درگاہ پر معتکف رہے اور مجھ فقیر کو گاہے گاہے ان کی صحبت میں رہنے کا موقع ملا، اپنے زمانے میں قطب وحدت تھے۔ گو انہوں نے کبھی اس کا دعویٰ نہ کیا لیکن ان کی صحبت میں رہنے والوں پر انوار و فیوض کا نزول ونفوذ دیکھ کر یہ یقین ہو جاتا تھا کہ ان کا رتبہ قطب وحدت سے کم نہیں ہے۔ ان کے پاس اہل خدمات آتے تھے اور وہ بعض کا ذکر بھی کر دیتے تھے۔ اس فقیر نے ان کی وہ انعکاسی کیفیات بھی ملاحظہ کیں جو خدمات کے ضمن میں کسی غوث یا قطب کے مقربین و مصاحبین کے قلوب پر بھی وارد ہونے لگتی ہیں۔ وہ سب احوال بیان کئے جائیں تو شاید اسے دوسرے عُجب وریا سمجھیں۔ بہر حال ان کے حضور میں روحانی وجدان بڑے یقین سے محسوس کرتا تھا کہ بندہ کسی نہایت ہی عظیم الشان روحانی شخصیت کے حضور میں حاضر ہے۔ (۳۵)

Marfat.com

حضرت سُلطان باھُو رحمۃ اللہ علیہ نے تجربہ و مشاہدہ کی بناء پر اپنی تحقیق یوں بیان فرمائی ہے:

''واضح رہے کہ غوث وقطب تین طرح کے ہوتے ہیں، بعض کو طبقات کے سیر کا طیران حاصل ہوتا ہے۔ اس قسم کے غوث وقطب دہقانی کہلاتے ہیں۔ یہ ایک ولایت سے دوسری ولایت میں اڑ کر جا پہنچتے ہیں۔

دوسرے وہ جو حق کے رفیق ہوتے ہیں اور قبر سے روح کو نکال کر جسم میں داخل کر سکیں۔ یہ لوگ دنیائے فانی کے شور وشر سے فارغ البال ہوتے ہیں اور ہمیشہ معرفت الٰہی میں مشغول رہتے ہیں۔ ان کی حالت فرشتوں کی سی اور ان کے مراتب کریم کے سے ہوتے ہیں اور اپنے آپ کو چھپائے رکھتے ہیں۔ خلقت میں گمنام اور لاہوت میں دائمی طور پر حاضر ومشہور ہوتے ہیں۔

تیسرے غوث وقطب تحقیق جو توحید کے دریائے عمیق میں مستغرق ہوتے ہیں۔ انہیں کو فقیر حقیقی کہتے ہیں (انہوں نے) وجود سے حق نکالا ہے اور حق کو حق میں لے گئے ہیں۔ محقق حقیقت اور فنافی اللہ ہیں۔ معشوق ربانی ہیں۔(۳۶)

حضرت سُلطان العارفین سُلطان باھُو رحمۃ اللہ علیہ نے یہ بھی فرمایا ہے کہ صوفیاء کرام اور اولیاء اللہ میں ایک جماعت اہل عشق ومستی کی ہے جو غوث وقطب سے بلند مراتب کے حامل ہوتے ہیں۔ فرماتے ہیں۔

غوث وقُطب ہِن اُورے اُوریرے عاشق جان اگیرے ہُو
جیہڑی منزل عاشق پہنچن اوتھے غوث نہ پاون پھیرے ہُو
عاشق وِچ وِصال دے رہندے جنہاں لامکانی ڈیرے ہُو
مَیں قُربان تنہاں توں باھُو، جنہاں ذاتوں ذات بسیرے ہُو

(غوث وقطب تو بہت ادھر رہ جاتے ہیں اور عاشق بہت آگے نکل جاتے ہیں۔ جس

Marfat.com

منزل پر عاشق پہنچتے ہیں وہاں غوث کا گزر نہیں ہوتا۔ عاشق وصال میں رہتے ہیں۔ان کا ڈیرہ لامکان میں ہے۔ میں ان پہ قربان جاؤں جن کی ذات نے ذات میں ٹھکانہ بنایا ہے)

قُطب:

قُطب کے منصب پر فائز اولیاء عموماً سات ہوتے ہیں اور جب غوث کا انتقال ہوتا ہے تو انہی میں سے جذبِ قوی اور تصرف کامل رکھنے والے سریع الاحوال قطب کو غوث متعین کیا جاتا ہے۔ ربع مسکون کو ساتھ حصوں میں تقسیم کر کے ان کی تعداد سات بتائی جاتی ہے۔ یہ اپنے ان سات خطوں میں بادشاہ ہوتے ہیں اور ان وسیع خطوں کے روحانیین ان کی نگرانی میں کام کرتے ہیں۔ اقطاب ہر روز غوث کے پاس آ کر ایوانوں میں بیٹھتے ہیں اور امت کے مصالح کے بارے میں مشیت الٰہی کا حکم سنتے ہیں یا اس سے رہنمائی حاصل کرتے ہیں۔ سوائے اللہ کے ان بندوں کے جنہیں اس کا علم دیا گیا ہو، کوئی بھی ان کے متعلق نہیں جانتا کہ وہ اپنے اپنے علاقوں میں کہاں رہتے ہیں۔ اپنے وسیع خطوں میں حکومتوں کا اقتدار و اعتزال، عامہء خلائق کی بہبود کے سب مسائل ان کی ذمہ داری میں شامل ہوتے ہیں۔ ان کے کشف کا یہ عالم ہوتا ہے کہ انہیں اپنے خطہ کے تمام حالات کا علم ہوتا رہتا ہے۔ ان معاملات میں ان کا الہام و القاء بے خطا ہوتا ہے۔ حضرت سلطان باہُو قدس اللہ سرہ فرماتے ہیں کہ قطب کو ساتوں زمینوں اور آسمانوں کی خبر رہتی ہے۔ وہ اس طرح کام کرتے ہیں کہ اپنی جگہ پر بیٹھے رہتے ہیں اور کسی اور جگہ سینکڑوں میل کے فاصلے پر اپنے روحانی پیکر کو کسی شکل میں متمثل کر کے کام سرانجام دیتے ہیں۔ مشہور مثل ''قطب از جانمی جنبد'' کا مطلب و مفہوم اسی قدر ہے یعنی وہ اپنی جگہ سے نہیں ہلتا مگر دوسری جگہ پر کام ہو جاتا ہے۔ غرضیکہ یہ اقطاب آیت قرآنی اَنَّ الْاَرْضَ یَرِثُهَا عِبَادِیَ الصّٰلِحُوْنَ (الانبیاء: ۱۰۵) (کہ آخر زمین پر میرے نیک بندے مالک ہوں گے) کی حقیقت کے عارف و مظہر ہوتے ہیں۔

Marfat.com

قطب کے برابر اولیاء اللہ:

باطنی تنظیم میں کئی ایسے اور اولیاء اللہ بھی ہر وقت موجود رہتے ہیں جنہیں افراد کہتے ہیں۔ ان کا رتبہ اور قوت روحانی قطب کے برابر ہوتی ہے۔ یہ قطب بھی مقرر ہو سکتے ہیں اور خاص حالات میں انہیں اہم امور کی سرانجام دہی کا فریضہ سونپا جاتا ہے۔ یہ گویا وہ جرنیل ہیں جن کی جنگ کے زمانہ خدمات حاصل کی جاسکتی ہیں ورنہ وہ آزاد رہتے ہیں۔

اسی طرح ایک ولی ''خِضر'' کے مقام پر ہوتا ہے۔ جیسا کہ پہلے ذکر ہو چکا ہے، اس کے بارے میں کئی تذکروں میں لکھا ملتا ہے کہ یہ وہی خضر علیہ السلام ہیں جو موسیٰ علیہ السلام سے ملے تھے۔ لیکن حق یہی ہے کہ ہر زمانے میں ایک ولی خضر ہوتا ہے۔ حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کا ایک قول نقل کیا گیا ہے کہ ''حضرت خضر علیہ السلام نے فرمایا۔ اللہ تعالیٰ نے ہم کو قطب مدار کا معاون بنایا ہے جو اولیاء اللہ سے ہے اور جسے اللہ تعالیٰ نے دنیا کی بقاء کا سبب بنایا ہے۔ اس کے وجود کی برکت سے بقائے عالم ہے اور فرمایا کہ اس وقت قطب مدار یمن میں ہے اور وہ شافعی فقہ کا متبع ہے اور ہم اس کے پیچھے نماز پڑھتے ہیں۔''

حضرت مولانا یعقوب چرخی رحمۃ اللہ علیہ نے گو خضر کے متعلق عام روایات دہرا دی ہیں مگر انہیں قطب (قطب مدار یا غوث) کا مصاحب لکھا ہے۔ یہ بھی فرمایا ہے کہ وہ ''بازار میں آ کر چیزیں خریدتے ہیں بیچتے اور سودا کراتے ہیں۔ وہ منیٰ اور عرفات میں بھی آتے ہیں اور اچھی آواز کو پسند فرماتے ہیں۔ کلام اللہ کو سنتے اور سماع سننے جاتے ہیں اور ان پر وجد طاری ہو جاتا ہے۔ وہ ایک رات یا اس سے زیادہ اس حالت میں رہتے ہیں۔ نیک لوگوں کو دیکھنے اور جمعہ پڑھنے جاتے ہیں۔ اولیاء اللہ کے ساتھ بیٹھتے ہیں۔'' (۳۷)

اس سے صرف اتنا معلوم ہوتا ہے کہ حضرت خضر علیہ السلام کے مشاغل بظاہر ایک عام صوفی کے سے ہیں اور اس کی بکثرت شہادتیں موجود ہیں کہ وہ مبتدیوں کے پاس آتے ہیں اور ان کو ذکر کے طریقے تلقین کرتے ہیں۔ نیز پیدائشی ولیوں کے نگران رہتے ہیں کہ ان کی

Marfat.com

تربیت صحیح طریق پر جاری رہے۔

اوتاد:

ان کی تعداد چار بتائی گئی ہے۔ یہ قیام عالم اور امن و امان کی حفاظت کے لئے گویا میخوں کی مانند ہیں اور دنیا کے چاروں کونوں میں رہ کر توازن برقرار رکھتے ہیں۔ بعض بزرگوں نے ان کے نام بھی بتا دیئے ہیں۔ ان کے یہ نام اللہ تعالیٰ کی بعض خاص صفات کے ظہور کی علامت ہیں۔ ان اوتاد میں مغربی افق والا ولی عبدالودود اور مشرق افق والا عبدالرحمٰن نام رکھتا ہے شمالی افق والا عبدالقدوس اور جنوبی افق والا عبدالرحیم کہلاتا ہے۔

اخیار، نجباء، نقبا اور ابدال وغیرہ:

ان مناصب کے اولیاء اللہ کی تعداد کے بارے میں اختلاف ہے۔ کہا جاتا ہے، اخیار چالیس یا کئی سو ہیں اور یہ سیاحت میں رہتے ہیں۔ اس طرح تبلیغ و تعلم کے ذریعہ خلقت کو فیض پہنچاتے ہیں۔ نقباء و نجباء کے کام کی نوعیت واضح نہیں ہے۔ ان کی تعداد کے بارے میں بھی کچھ یقین نہیں ہے۔ ایک قول کے مطابق نقباء کی تعداد تین سو ہے اور سب کا نام علی ہے اور نجباء کی تعداد ستر ہے اور نام حسن ہے۔ (۳۸) ابدال کی اصطلاح عام ہے۔ اس کی جمع بدلاء ہے۔ ان کی تعداد ہر زمانے میں مختلف رہتی ہے۔ انہی میں سے دوسرے مناصب کے افراد چنے جاتے ہیں۔

مجذوبوں کی خدمات:

یہ انتظامیہ جس کا اوپر ذکر کیا گیا، باہوش لوگوں کی ہوتی ہے جو سر قدر کی معرفت رکھتے ہیں اور ایسی طبع سلیم رکھتے ہیں کہ اس کی بدولت مشیت کے حکم کے مطابق عمل پیرا رہتے ہیں۔ مجذوبوں کے سپرد بھی حلقے ہوتے ہیں جنہیں کوتوالی کا فرض سونپا جاتا ہے۔ یہ گویا اس حکومت کی پولیس ہے، ان کے چوکس اور ہوشیار رہنے سے حادثات سے بچاؤ رہتا ہے اور جرائم کم ہوتے ہیں اور ان کی ترقی اور تنزلی اور سزا کا دارومدار ہوتا ہے۔ انہیں اپنے تئیں ظاہر کرنے کی اجازت

Marfat.com

نہیں ہوتی۔ البتہ جہاں حکم ہوتا ہے یا مجبوری ہو، وہاں ظاہر بھی ہو جاتے ہیں۔

اس فقیر کو ایک نیم مجذوب فقیر سے بھی تعلق خاطر ہے۔ دیکھا گیا ہے کہ اس کی توجہ ہمیشہ عالمی سطح کے فلاحی اداروں اور مسیحی ملکوں کے امن کی صورت حال کی طرف رہتی ہے۔ لیکن انہیں روحانی نظام کی تفصیل کا علم نہیں ہے گویا انہیں صرف ایک کام دیا گیا ہے جو انہیں کرنا ہے اور باقی سے وہ بے خبر ہیں بعد میں پتہ چلا کہ دراصل وہ فرد کے مقام پر ہیں، اس طرح کے کئی مجذوب و نیم مجذوب کسی نہ کسی اہم یا غیر اہم کام پر لگے ہوئے ہیں اور وہ بھی مراتب میں مختلف ہیں۔

Marfat.com

رُوحانی نِظامِ خِدمت

تعداد:

ابدالوں کی کل تعداد کے بارے میں اختلاف پایا جاتا ہے۔ حضرت سید علی بن عثمان الہجویری رحمۃ اللہ علیہ (داتا گنج بخش) نے کشف المحجوب میں پہلے تو تمام اولیاء اللہ کا ذکر کیا ہے جو ایک دوسرے کو نہیں مانتے بلکہ خود کو بھی نہیں پہچانتے یعنی اول تو ذکر و فکر اور تلقین و درس میں اتنے محو ہوتے ہیں کہ ان کو یہ جاننے کی حاجت ہوتی ہے نہ فرصت اور دوم، اگر جاننا چاہیں تو اپنی بصیرت سے ہی کسی کا مقام پہچان سکتے ہیں۔ ابدالوں کے گروہ کا ذکر کرتے ہوئے انہوں نے بیان کیا ہے کہ یہ وہ اہل حل وعقد ہیں جو روحانی دربار کے عہدیدار ہیں۔ ان کی تعداد انہوں نے یہ لکھی ہے۔(۳۹)

اخیار: تین صد

اوتاد: چار

نقباء: تین

قطب: ایک

حضرت شیخ شرف الدین یحیٰ منیری رحمۃ اللہ علیہ کے مکتوبات میں ایک حوالے سے مندرجہ ذیل تعداد بتائی گی ہے۔(۴۰)

اخیار: تین صد

ابدال: چالیس

Marfat.com

ابرار: سترہ

نجباء: پانچ

نقباء: تین

قطب: ایک

احادیث میں تعداد کا ذکر ہو چکا ہے۔ ان سب حوالوں کے مطالعہ سے نتیجہ ظاہر ہے کہ تعداد ہمیشہ ہر دور میں ایک سی نہیں رہتی۔ چنانچہ ہر صاحب وقت نے اپنے دور کی تعداد بیان کردی ہے۔ پھر حالات کے مطابق نئی تقرریوں کا سلسلہ چلتا رہتا ہے۔ یَزِیْدُ فِی الْخَلْقِ مَایَشَآءُ (فاطر:۱) (پیدائش میں جو چاہے بڑھاتا ہے)

ابدالوں کی اس تنظیم کے افراد سب ایک دوسرے کو جانتے ہیں اور انہیں اپنے امور میں ایک دوسرے کی اجازت کی ضرورت ہوتی ہے۔

ہر دور میں تنظیم:

ہر دور میں اقطاب کے مراکز مختلف ہوتے ہیں اور غوث کے ایوان الصالحین کا مقام بھی مختلف ہوتا ہے۔ کبھی غار حرا ہوتا ہے اور کبھی روضۃ النبی کے اردگرد کے کوئی جگہ۔ مگر یاد رہے کہ یہ کوئی ایسی مستقل بات نہیں ہے۔ ابدال اور ان کے اقطاب جہاں بھی رہیں، ان کے حاسہء باطنی کے سامنے کوئی امر پوشیدہ نہیں رہ سکتا۔ لہٰذا معلومات کے طور پر بھی ان مقامات کی کچھ اہمیت نہیں۔ واللہ اعلم بالصواب۔

ان اقطاب کی آگے ہر ملک اور شہروں میں روحانی تنظیمیں موجود ہیں جن کے اپنے ابدال اور اوتاد وغیرہ ہیں۔ واقعہ یہ ہے کہ عام آدمی کو تو پتہ نہیں چلتا ورنہ گاؤں میں اور شہروں کے ہر محلے میں کوئی نہ کوئی ایسا پر اسرار آدمی ضرور ہوتا ہے جو روحانی لور پر لوگوں کے امور میں دخیل ہوتا ہے۔ صرف اس قدر فرق پڑتا ہے کہ جہاں آبادی کم ہو وہاں حلقہ ذرا وسیع ہو جاتا ہے۔

Marfat.com

اس دور کا غوث:

ایک بزرگ نے بتایا کہ اس دور کا قطب الاقطاب یا غوث مدینہ میں رہتا ہے وہ عرب نہیں ہے بلکہ ایشیا کے دوسرے اسلامی ممالک میں سے کسی ملک کا رہنے والا ہے۔

چشتیہ طریقہ کے نگران اولیاءاللہ:

جس خطہ میں ہم رہتے ہیں جو مشمولہ ہندوستان و پاکستان، ایران سے راس کماری تک پھیلا ہے۔ اس خطہ کی نگرانی چشتیہ سلسلہ کے ولیوں کے سپرد ہے اور اس کے انتظام و انصرام کے وارث ہوتے ہیں۔ سیدی محمد وارث حسین شاہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے تھے کہ ہندوستان کی ولایت بعد از وصال بھی حضرت خواجہ معین الدین چشتی رحمۃ اللہ علیہ کے پاس ہے اور آپ کی شان جمالی ہے۔ دوسرے خطوں میں دیگر سلاسل کے اولیاء ابدال بنتے ہیں مثلاً عربستان و افریقہ میں قادری اور شاذلی طریقوں کے ولیوں کو خدمت سپرد کی گئی ہے۔

حکمرانوں کے گرد اہل خدمات:

اہل خدمات یا زمرۂ ابدال کے افراد مختلف صورتوں اور مختلف حیثیتوں میں حکومت کے کلیدی محکموں میں بھی موجود رہتے ہیں۔ خواہ ظاہر میں ان کے پاس کوئی بڑا عہدہ ہو یا نہ ہو۔ مگر وہ قریب ضرور ہوتے ہیں۔ اس طرح وہ جہاں تک ہو سکے، اپنی روحانی توجہ سے کاموں کو صحیح رخ پر چلانے میں مؤید ہوتے ہیں۔ سیدی حضرت محمد وراثت حسین شاہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے تھے کہ حکمرانوں کے سپرد چونکہ بہت بڑا کام ہوتا ہے اس لئے اہل خدمات میں سے ان کے محافظ اور دعا گو بھی ہوتے ہیں۔ (۳) وہ حکمران خوش قسمت ہے جو ان کی طرف سے القاء یا کسی بھی طرح کی ہدایت پر متوجہ ہوتا ہے اور ان کی بصیرت سے مستفیض ہوتا ہے۔ بحران کے زمانے میں وہ ان میں سے بعض حکمرانوں کے سامنے تیئں کھل کر پیش کرتے ہیں اور مشورے دیتے ہیں مگر حکمرانوں کو شیطان اس طرح فریب دیتا ہے۔ چونکہ حکمران کو کئی جھوٹے سچے مشورے ہر طرف سے مل

Marfat.com

رہے ہوتے ہیں، اس لئے وہ بیچارہ حیرانی میں صحیح آدمی کو پہچان نہیں پاتا یا اس کے مشوروں کو اپنی عقل سے سمجھ نہیں پاتا لہٰذا وہ بھی نقصان اٹھاتا ہے اور قوم بھی خسارے میں رہتی ہے۔ پاکستان کے ایک سابق حکمران نے جب اس جہت سے آنے والے مشوروں کو درخور اعتناء نہ سمجھا تو روحانیین کے دفتر میں ''خرد ماغ'' لکھا گیا اور حکومت سے بے دخل ہوا۔ بہرصورت ایسے شواہد موجود ہیں کہ پاکستان میں ہی پچھلے سالوں میں حکمرانوں کو اس طبقے کے لوگ ملتے ضرور رہے مگر وہی ہوتا رہا جو علم الٰہی میں طے تھا۔ وَكَانَ اَمْرُ اللّٰهِ مَفْعُوْلًا الاحزاب: ۳۷ (امر الٰہی تو ایسے ہوتا ہے جیسے وہ ہو گیا)

جب کسی ملک کی حکومت بدلتی ہے تو اس کے پیچھے ابدالوں کا ہاتھ ہوتا ہے اس کے متعلق باقاعدہ فیصلہ ہوتا ہے اور ہمیشہ ان کا فیصلہ اور مشیت الٰہی ایک دوسرے کے موافق ہوتے ہیں جس طرح وہ حالات کو بھانپتے اور جانچتے ہیں، ظاہر بین لوگ اپنے قیاسات سے ایسا نہیں کرسکتے۔ ان کے سامنے جزوی واقعات پر مشتمل ہنگامی تاریخ نہیں ہوتی۔ وہ تو تقدیر کی کلیت کو دیکھ کر امور عالم کو چلا رہے ہوتے ہیں اس لئے ان کے نزدیک جزا و سزا اور تقدیر کے نفاذ کی حکمت اکثر ظاہری علم و قانون سے مختلف ہوتی ہے لیکن وہ جن کا عقلی وجدان بیدار ہو، ان کی حکمت کو جانتے اور اس کی تائید کرتے ہیں۔

ایوان الصّالحین یا رُوحانی دربار:

یوں تو ابدال اولیاء اللہ سال میں مختلف مقامات پر جمع ہوتے ہیں۔ ان کی دوسرے ولیوں سے ملاقات بھی ہوتی ہے لیکن ہر روز بھی غوث کا دربار لگتا ہے جس میں غوث صدر نشین ہوتا ہے اور اقطاب عالم اس کے سامنے بیٹھتے ہیں۔ اونچے درجے کے روحانیین سب اس جگہ موجود ہوتے ہیں۔ اس موقعہ پر امت کے تمام مسائل پر فیصلہ ہوتا ہے۔ اہل حل وعقد اولیاء اللہ کے علاوہ مقتدر جنات کو بھی شریک کیا جاتا ہے۔ کیونکہ بعض امور ان سے متعلق ہوتے ہیں۔ سید عبدالعزیز دباغ رحمۃ اللہ علیہ کے زمانہ میں یہ دربار صبح کے وقت غار حرا کے باہر منعقد ہوتا تھا اور

Marfat.com

تمام اطراف جہاں کے اقطاب وہاں سے طے الارض کی قوت سے پہنچ کر اس میں شریک ہوتے تھے لیکن یہ مقام تبدیل بھی ہوتا رہتا ہے۔ ان کے زمانے میں دربار غار حرا کے پاس لگتا تھا مگر کہا جاتا ہے، آج اس کی جگہ اور ہے۔ تاہم ایوان الصالحین کا جو نقشہ غوث الزمان حضرت سید عبدالعزیز دباغ رحمۃ اللہ علیہ نے کھینچا ہے اس کی صورت اب بھی وہی ہوگی۔ وہ فرماتے ہیں:

رات کے تیسرے حصے میں روحانیین کی یہ مجلس منعقد ہوتی ہے یہی وہ ساعت اجابت ہے جس کا احادیث میں ذکر آیا ہے۔ غوث اس طرح بیٹھتا ہے کہ چار قطب اس کی دائیں طرف ہوتے ہیں اور تین دوسری طرف، وکیل غوث کے سامنے ہوتا ہے۔ جب رسول اللہ ﷺ تشریف لاتے ہیں تو غوث وکیل کی جگہ پر آ جاتا ہے اور وکیل پچھلی صفوں میں لوٹ جاتا ہے۔ وکیل کے پیچھے چھ صفیں ہوتی ہیں جن کا حلقہ چوتھے قطب سے شروع ہو کر اس قطب پر ختم ہوتا ہے جو تین قطبوں کے بائیں جانب ہے۔ چنانچہ یہ سات قطب حلقہ کی ایک طرف کا کام دیتے ہیں۔ اسی طرح صفیں بن جاتی ہیں۔ کچھ عورتیں بھی اس دیوان میں حاضر ہوتی ہیں مگر ان کی تعداد کم ہوتی ہے اور ان کی تین صفیں بائیں جانب کے اقطاب ثلثہ کی جانب اور صف اول کے دائرہ سے اوپر غوث اور اقطاب ثلثہ کے درمیان خالی جگہ میں ہوتی ہے۔ گزشتہ لوگوں میں سے بعض کاملین بھی دیوان میں حاضر ہوتے ہیں مگر زندہ لوگوں کے معاملات میں ان سے مشورہ نہیں کیا جاتا۔ دیوان میں فرشتے بھی حاضر ہوتے ہیں مگر وہ صفوف کے پیچھے ہوتے ہیں اور کاملین جنات بھی آتے ہیں اور وہ سب کے پیچھے بیٹھتے ہیں لیکن ان کی پوری ایک صف بھی نہیں ہوتی۔ یہ صاحب تصرف اولیاء کی امداد کے لئے موجود ہوتے ہیں بلکہ ہر شہر میں اولیاء کی امداد کے لئے فرشتوں کی ایک جماعت موجود رہتی ہے۔ شب قدر کو انبیاء کرام علیہما السلام بھی اس مجلس میں تشریف لاتے ہیں۔

ایک اور بات حضرت سید عبدالعزیز دباغ رحمۃ اللہ علیہ نے یہ بیان فرمائی کہ چھوٹے ولی دیوان میں اپنی ذات سے حاضر ہوا کرتے ہیں مگر بڑے ولی پر کوئی پابندی نہیں۔ مطلب یہ

Marfat.com

کہ جب چھوٹا ولی دیوان میں آتا ہے تو اپنی جگہ اور گھر سے غائب ہو جاتا ہے اور اپنے شہر میں موجود نہ ملے گا۔ مگر بڑا ولی کمال روح کی وجہ سے تین سو چھیاسٹھ مختلف صورتیں اختیار کر سکتا ہے۔ اس لئے وہ اپنے گھر سے غائب نہیں ہوتا اور دیوان میں بھی حاضر ہوتا ہے۔(۴۲)

اس بیان کی تائید ''تذکرۂ حضرت سید صاحب بانسوی'' سے بھی ہوتی ہے۔ حضرت سید عبدالرزاق بانسوی رحمۃ اللہ علیہ اپنے وقت کے غوث تھے۔ ان کے ایک عالم مرید ملا کمال الدین نے ان سے ایک بار پوچھ لیا کہ آپ مراتب اولیاء اللہ میں کس مرتبے پر فائز ہیں۔ حضرت نے فرمایا: ''فقیر عاجز ہے۔ اتنا معلوم ہے کہ ایک رفیع اور خوبصورت جگہ جہاں گروہ اولیاء از قسم افراد غوث، غوث الغوث، قطب الاقطاب، ابدال، اوتاد سب حاضر ہوتے ہیں ان میں سے ایک صدر نشین اور کل جہاں کا کارفرما ہوتا ہے مجھے اسکی بائیں جانب بٹھاتے ہیں۔''

کچھ عرصہ کے بعد ملا کمال نے پوچھا: سرکار اب بھی بائیں جانب بیٹھے ہیں یا اب جگہ تبدیل ہوگئی ہے۔

فرمایا: مسند نشیں کا انتقال ہوگیا، وہ صاحب جو اسکے داہنے ہاتھ بیٹھتے تھے اب مسند نشین ہو گئے ہیں اور میں بائیں طرف بیٹھتا تھا، اب داہنے ہاتھ بیٹھتا ہوں، گروہ اولیاء میں سے ایک شخص کو میری جگہ ملی ہے۔

کچھ مدت گزرنے پر ملا کمال نے عرض کیا: اب بھی داہنے ہی طرف تشریف فرما رہتے ہیں یا نوعیت کچھ بدل گئی ہے؟

فرمایا: اس عاجز کو اللہ کے کرم اور اس کی اجازت سے اولیاء اللہ نے بالاتفاق مسند پر بیٹھا دیا ہے۔

ملا کمال الدین کو بے حد خوشی ہوئی اور عرض کیا: الحمدللہ۔(۴۳)

اس دیوان میں ہر قسم کے معاملات طے ہو جاتے ہیں اور وہی ہوتا ہے جو وہاں بقضاء الٰہی قرار پایا ہو۔ مجاذیب کا اس دیوان میں دخل نہیں ہوتا۔

Marfat.com

اَبدالوں سے تعلّق پَیدا کرنے کا طریقہ

جب کسی کو یہ یقین ہو جائے کہ واقعی ابدال ظاہری امور میں دخل انداز ہوتے ہیں، وہ مستجاب الدعوات ہوتے ہیں اور ان کے توسط سے کار برآری کی کئی صورتیں پیدا ہو جاتی ہیں تو طبعاً اس طرف میلان ہوتا ہے کہ ان سے تعلق پیدا کیا جائے یا ان سے ملاقات کی جائے۔

پیشتر ازیں یہ بات کئی بار دہرائی جا چکی ہے کہ ابدال اولیاء اللہ کا وہ طبقہ ہے جو اپنے تیئں پوشیدہ رکھتا ہے کیونکہ وہ اپنی باطنی توجہ جب ہی مجتمع رکھ سکتے ہیں اور اس سے کام لے سکتے ہیں کہ عزلت میں رہیں۔ ان کی قوت مکاشفہ بہت قوی ہوتی ہے اس لئے یہ لوگوں کے رجحانات و میلانات بھی جان لیتے ہیں۔ چنانچہ ان سے ملنا بھی آسان نہیں۔ یہ ہر ایک سے ملتے ہیں نہ ہر اک پر اپنے تیئں ظاہر کرتے ہیں۔

روحانی طور پر بزرگوں نے کچھ صورتیں ان کے ساتھ تعلق پیدا کرنے کے لئے بیان کی ہیں، ان سے فائدہ اٹھایا جائے تو ابدالوں سے ایک گونہ غائبانہ تعارف ہو جاتا ہے۔

ابدال چونکہ اپنے اپنے حلقوں میں ایک لحاظ سے روحانی طاقت کے امین ہوتے ہیں اس لئے جہاں کہیں وہ اس قوت کا ذخیرہ دیکھتے ہیں، اس سے اپنے کاموں میں وہ مدد لیتے ہیں۔ یہ قوت کا ذخیرہ انہیں اُس قلب میں ملتا ہے جو ذکر الٰہی میں مشغول ہو۔ ذکر الٰہی کی خصوصیات تو یہ ہے کہ فرشتے ذکر کرنے والے کے گرد جُھرمٹ کر لیتے ہیں، ارواح مقدسہ حاضر ہوتی ہیں اور یہی حال ابدالوں کا ہے۔ یہ اپنی روحانیت کو ذاکر کے قلب کے سامنے کر دیتے ہیں خواہ وہ اس مجلس میں بذات خود موجود ہوں یا نہیں۔ وہ ماحول پر اس ذکر کے اثرات و ثمرات کو اپنے باطن کی

Marfat.com

معیت میں لے لیتے ہیں اور اس شخص کے لئے دعا کرتے ہیں۔ اگر چاہیں تو شروع میں مکاشفہ کے ذریعہ شناسائی کا موقع بہم پہنچاتے ہیں اور پھر کسی وقت مناسب سمجھیں تو سامنے بھی آجاتے ہیں۔

چونکہ ابدالوں کا کام انفرادی اور اجتماعی سطح پر عامہ خلائق کی بہبود سے وابستہ ہے اور خاص طور پر امت محمدیہ کی فلاح ان کا مقصد ہے اس لئے وہ امت کے لئے دعا کرنے والے سے انس پیدا کر لیتے ہیں اور اس سے مسرور رہتے ہیں۔ خاص طور پر جو شخص یہ دعا کرتا ہے اس کو وہ اپنے کام میں شریک سمجھتے ہیں۔ اسی لئے روایت میں کہا گیا ہے کہ یہ دعا کرنے والا ابدالوں کے درجے میں لکھا جاتا ہے۔

اَللّٰھُمَّ اغْفِرْ لِاُمَّةِ مُحَمَّدٍ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمْ

اَللّٰھُمَّ ارْحَمْ اُمَّةَ مُحَمَّدٍ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمْ

اَللّٰھُمَّ انْصُرْ اُمَّةَ مُحَمَّدٍ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمْ

اَللّٰھُمَّ افْتَحْ لِاُمَّةِ مُحَمَّدٍ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمْ

اَللّٰھُمَّ اَصْلِحْ اُمَّةِ مُحَمَّدٍ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمْ

اَللّٰھُمَّ فَرِّجْ اُمَّةَ مُحَمَّدٍ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمْ

اَللّٰھُمَّ کَرِّمْ اُمَّةَ مُحَمَّدٍ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمْ

اَللّٰھُمَّ عَظِّمْ اُمَّةَ مُحَمَّدٍ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمْ

اَللّٰھُمَّ تَجَاوَزْ اُمَّةَ مُحَمَّدٍ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمْ (۴۴)

اے اللہ اُمتِ محمد ﷺ کو بخش دے۔

اے اللہ اُمتِ محمد ﷺ پر رحم کر۔

اے اللہ اُمتِ محمد ﷺ کی مدد کر۔

اے اللہ اُمتِ محمد ﷺ کو فتح عطا کر۔

Marfat.com

اے اللہ اُمتِ محمد ﷺ کی اصلاح کر۔

اے اللہ اُمتِ محمد ﷺ کی مشکلات کھول دے۔

اے اللہ اُمتِ محمد ﷺ پر کرم کر۔

اے اللہ اُمتِ محمد ﷺ کو بزرگی دے۔

اے اللہ اُمتِ محمد ﷺ سے درگزر فرما۔

حدیث میں روایت ہے کہ اس دعا پر فرشتے بھی آمین کہتے ہیں۔اس دعا کو جس قدر کثرت سے پڑھا جائے گا، اہل خدمات اولیاء اللہ یا ابدالوں سے اتنا ہی زیادہ تعلق پیدا ہوگا۔ ابدالوں سے تعلق پیدا کرنے کے لئے اس سے زیادہ مفید اور کوئی کلام نہیں۔

اسی طرح ایک اور دعا ہے جس کو پڑھنے والے ابدالوں کی ''آمین'' کو شامل حال کرتے ہیں۔حضرت شیخ الاکبر ابن العربی رحمۃ اللہ علیہ سے منسوب ہے کہ انہوں نے یہ دعا پڑھنے کی تلقین کی۔

اَلسَّلَامُ عَلَیْکُمْ یَا رِجَالَ الْغَیْبِ وَ اَرْوَاحَ الْمُقَدَّسَةِ اَغِیْثُوْنِیْ بِغَوْثَةٍ وَانْظُرُوْنِیْ بِنَظْرَةٍ یَا رُقَبَاءُ یَا نُجَبَاءُ یَا اَبْدَالُ یَا اَوْتَادُ یَا غَوْثُ یَا قُطْبُ اَغِیْثُوْنِیْ بِهٰذَا الْاَمْرِ سَلَّمَکُمُ اللّٰهُ فِی الدِّیْنِ وَ الدُّنْیَا وَالْاٰخِرَةِ بِحَقِّ سَیِّدِنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدٍ وَّاٰلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ اَجْمَعِیْنَ بِرَحْمَتِکَ یَا اَرْحَمَ الرَّاحِمِیْنَ.

(اے رجالِ غیب! اور ارواحِ مُقدسہ! تم پر سلامتی ہو۔میرے لئے دعا کیجئے اور مجھ پر نظرِ کرم کیجئے۔اے رُقباء، اے نُجباء، اے ابدال، اے اَوتاد، اے غوث، اے قُطب، اس کام میں میرے لئے دعا کیجئے۔اللہ ہمارے سردار اور آقا محمد ﷺ اور آپ کی آل اور اولاد اور آپ کے تمام صحابہ کے وسیلے آپ کو دین، دنیا اور آخرت میں سلامت رکھے۔اے ارحم الرّاحمین تیری رحمت پر ہی بھروسہ ہے)

اس تخاطب میں بھی چونکہ ایک تعلق و تعارف ہے اس لئے ایسی دعا میں جس کے

Marfat.com

پہلے یہ کلام پڑھا جائے، ایک خاص طاقت اس طرح پیدا ہو جاتی ہے کہ روحانیین اپنی باطنی توجہ کے ذریعہ اس کی تائید کرتے ہیں اور اس کو درِ استجابت تک لے جاتے ہیں۔ اہل سلوک عام طور پر ہر ورد سے پہلے یہ دعا پڑھتے ہیں اور اس کے فوائد کے گواہ ہیں۔

بعض لوگوں کو جو ان معاملات میں فہم نہیں رکھتے شاید رجال غیب کے ساتھ اس تخاطب پر اعتراض ہو تو انہیں وہ حدیث یاد رکھنی چاہئے جس میں کہا گیا ہے کہ جب تمہارا کوئی جانور گم ہو جائے تو پکار کر کہو:

یَاعِبَادَ اللّٰہِ اَعِیْنُوْنِیْ

(اے اللہ کے بندو! میری مدد کرو)

''عِبَادْ'' سے مراد بزرگوں نے رجال غیب لئے ہیں یعنی اَلْاَبْدَالُ اَوْمَلَائِکَۃُ اَوِالْمُسْلِمُوْنَ مِنَ الْجِنَّاتْ (ابدال یا فرشتے یا مسلمان جنات) اور یہ شرک اس لئے نہیں کہ اس سے استعانت کلی مراد نہیں بلکہ استعانت جزی مراد ہے۔ حدیث کے ثقہ ہونے کے لئے یہ امر کافی ہے کہ اسے ''حِصْنِ حَصِین'' میں نقل کیا گیا ہے جس میں مصنف یا مرتب نے صحیح احادیث کا خیال رکھا ہے۔

انتباہ:

یہ بات ہمیشہ دھیان میں رکھنی چاہئے کہ طبقہء ابدال کے یہ افراد اللہ کے بندے ہیں جن کو اس نے اپنی رحمت کو عام کرنے اور مشیت کی تعمیل کرنے کے لئے چن لیا ہے اور انہیں اپنے بندوں کی کاربرآری پر لگا دیا ہے۔ اس کے لئے ان کو خاص قوتیں عطا کی ہیں مگر اس کے باوجود وہ خود مشیت کے صرف آلہء کار ہی ہیں۔ انہیں اختیار ہے تو اس قدر ہے کہ اللہ کی رضا ان کی رضا کے ساتھ شامل ہو جاتی ہے اور پھر وہ پابند امر الٰہی ہیں تو اس حد تک کہ اس کے حکم کے سامنے محض عاجز اور بے دست و پا ہیں۔ خواجہ نظام الدین والحق رحمۃ اللہ علیہ نے ایک بادشاہ کا واقعہ بیان کیا جو صاحب کشف تھا۔ ایک دن یہ بادشاہ مکان کے دریچے میں بیٹھا تھا، ملکہ بھی اس

Marfat.com

کے پاس ہی بیٹھی تھی کہ اس نے آسمان کی طرف نظر اٹھا کر ایک دو بار دیکھا، پھر بیوی پر نظر ڈالی اور رو دیا۔ بیوی نے وجہ پوچھی تو ٹال گیا مگر جب ملکہ نے اصرار کیا تو اس نے کہا۔ میری نظر لوح محفوظ پر پڑی تو دیکھا کہ میرا نام زندہ لوگوں کی فہرست سے نکال دیا گیا ہے۔ پھر میں نے دیکھا کہ میری جگہ ان اطراف کا ایک حبشی لے گا اور تو اس کے نکاح میں آئے گی۔ ملکہ نے سنا تو کہا۔ اب کیا کرو گے؟ بادشاہ نے کہا۔ ''میں کیا کر سکتا ہوں۔ جو بھی اللہ نے فیصلہ کیا ہے، وہی ہوگا۔ میں اس کے فیصلے پر راضی ہوں۔'' اسی وقت بادشاہ نے اس حبشی کو طلب کیا اور اس ایک مہم پر بھیج دیا، وہ کامیاب ہو کر لوٹا۔ بہت سا مال غنیمت ساتھ لایا تھا، وہ لوگوں میں لٹاتا ہوا شہر میں داخل ہوا۔ دوسرے دن بادشاہ کا انتقال ہو گیا۔ لوگ اس کے گرویدہ ہو چکے تھے۔ انہوں نے اس حبشی کو بادشاہ چن لیا اور بادشاہ کی بیوی نے بھی اس سے نکاح کر لیا۔ (۴۵)

جبر و رضا کی ان دو انتہاؤں کو وہی سمجھ سکتے ہیں جنہیں اللہ کی طرف سے علم و معرفت کا نور کسی قدر حاصل ہو چکا ہے۔ اللہ کے کئی اور ایسے ولی ہیں جو ان سے بڑھ کر روحانی مقامات کے مالک ہیں۔ ابدال تو ملائکہ سفلیہ (دنیا میں کام کرنے والے فرشتے) کے مثیل ہوتے ہیں۔ لیکن ان کاملین امت کا تعلق ملاءِ اعلیٰ سے رہتا ہے اور وہیں سے ان پر اسرار کے انوار وارد ہوتے ہیں۔ یہ بزرگ کہیں بھی پائے جا سکتے ہیں۔ خانقاہ میں رہتے ہوں یا کسی مقام کے پابند نہ ہوں، وہ ہمیشہ صاحب ارشاد بن کر خلقت کو فیض پہنچاتے ہیں۔ اگر کوئی درویش سلوک کے مقامات طے کرنے کے لئے کسی مرشد کی تلاش میں ہو تو پھر اسے زمرۂ ابدال سے باہر کسی بزرگ ولی کو تلاش کرنا چاہئے۔ ابدال تو زیادہ سے زیادہ معاون ہو سکتے ہیں مگر سلوک و تصوف کی تعلیم کے لئے اللہ کے دوسرے بندے موجود ہوتے ہیں ان کی طرف رجوع کرنا چاہئے۔ البتہ ابدال سے ملنے کا شوق اس حد تک تو ضرور مستحسن ہے جیسے ہم دوسرے تمام اولیاء اللہ اور علماء کرام سے ملنا نیک عمل سمجھتے ہیں مگر اس طرح ان سے ملنے کی خواہش کے درپے ہو جانا کہ ذکر و فکر اور عبادت کے بعض ارکان میں فرق آنے لگے، یقیناً گھاٹے کی بات ہے اور ہو سکتا ہے کہ مہوسوں اور نیک و

Marfat.com

بد کلام کے عاملوں کی طرح کوئی ان سے ملنے میں بھی ایسا ہی انہماک اختیار کرے تو اسے جان لینا چاہیئے کہ وہ راہ راست سے ہٹ رہا ہے اور یہ بھی ممکن ہے کہ ان کے اختیارات کے متعلق اپنے ظنون کی وجہ سے ایک موہوم توقع ایسی رکھتا ہو کہ اس میں شرک کا شائبہ آ جائے تو اس کے لئے بھی یاد رکھنا چاہیئے کہ اللہ تعالیٰ اپنی توحید کے معاملے میں بہت غیور ہے۔ اس سے خسران کا اندیشہ ہے۔ اِنَّ الشِّرْکَ لَظُلْمٌ عَظِیْمٌ لقمان: ۱۳ (بلاشبہ شرک بڑی ہی ناانصافی ہے)

جیسا کہ عرض کیا گیا، ابدال سے ملنے کا میلان اچھی بات ہے۔ اگر ملاقات ہو جائے تو نفع ہی نفع ہے۔ مگر چونکہ یہ لوگ اپنے آپ کو صرف اسی پر ظاہر کرتے ہیں جیسے وہ قابل اعتبار یا اہل سمجھیں، اور ضروری نہیں کہ ہر ایک جوان سے ملاقات کا خواہش مند ہو، اس کا اہل بھی ہو۔ اس لئے شب و روز اسی خیال میں غرق نہیں رہنا چاہیئے۔ ہاں ذکر الٰہی اور دعا و سلام کے ذریعہ ان کے انس کو جذب کرنے کی کوشش کی جائے تو یہ طریق ہر خطرے سے محفوظ ہے اور مفید ہے۔

بلاشک ان ولیوں سے ملنا سعادت کی دلیل ہے۔ یہ ملیں تو ان سے ان کے معاملات کی کرید نہیں کرنا چاہیئے۔ بس دعا کی درخواست کافی ہے اور اس اصرار کی ضرورت نہیں کیونکہ یہ بزرگ بھی کچھ حدود و قیود رکھتے ہیں اور قاعدے قانون کے پابند ہیں۔ اگر وہ دعا کر دیں تو اس کی استجابت کے بارے میں حسن ظن رکھنا چاہیئے۔ یہ تو دنیاوی امور کی بات ہے جن میں دخل اندازی کے یہ مجاز ہوتے ہیں مگر اہل سلوک کے گروہ میں مبتدیوں اور متوسطین کو بھی ان سے خاص مدد ملتی ہے۔ بسا اوقات یہ خود اپنے تئیں خود کو اس امر پر مامور پاتے ہیں مثلاً اذکار کی تلقین کرتے ہیں یا ہمت افزائی کرتے ہیں۔ جہاں تک منتہی اور صاحب ارشاد حضرات کا معاملہ ہے تو وہ عام طور پر ان سے مستغنی ہوتے ہیں۔ البتہ ابدال ان کی معاونت کے لئے ہر وقت اپنے آپ کو تیار رکھتے ہیں۔ کیونکہ ان کا کام روحانی علوم کی اشاعت ہے اور یہی ورثہ انبیاء ہے۔ ابدال ان کے کام میں بطیب خاطر معین و معاون ہوتے ہیں۔ باقی حقیقت تو یہی ہے کہ یہ سب وسائل و وسائط ہیں۔ اصل کارکشاء و کارساز تو اللہ ہی ہے۔ قُلْ اِنَّ الْاَمْرَ کُلَّهٗ لِلّٰهِ۔ (آل عمران۔ ۱۵۴) (اے نبی کہہ دے، کہ سارا کام اللہ کے ہاتھ میں ہے)

Marfat.com

بِسمِ اللّٰہِ الرَّحمٰنِ الرَّحِیم

ایک خط اور اعتراضات

۲۶ مئی ۸۴ء..................

السلام علیکم!

''حقیقتِ ابدال'' میں نے آہستہ آہستہ ساری دیکھ لی ہے............ گویا میں نے اسے بغور پڑھا ہے۔ میں ایک بات نہایت سنجیدگی سے عرض کرتا ہوں اور اس میں میرے اور تمہارے قدیم مذاق کو کچھ بھی دخل نہیں ہے۔ اس لئے کہ میں دیکھتا ہوں کہ تم روح کی سنجیدگی کے ساتھ ایک خاص حلقہ کے رکن بن چکے ہو اور عرض مدعا کے لئے تمہاری ایک مختلف لغت ہے جو شاید تمہیں بارہ پندرہ برسوں کی ایک قسم کی محنت کے صلے میں ملی ہے۔ میں واقعی اس اظہار اور اس لغت کے لئے اپنے آپ کو اجنبی پاتا ہوں۔ میرا خیال ہے کہ مجھے اپنے کم فہمی کا اعتراف کرنا چاہئے۔ میں ''حقیقت ابدال'' کا ایک لفظ بھی شاید سمجھ نہیں پایا۔ یا تو ابدالیت کا وصف نبوت کے معروف ترین ادارے کی سرے سے عطا ہی نہیں ہے اور کوئی سیکولر سی چیز ہے جو دنیا بھر میں ادارۂ نبوت کے سائے سے بے نیاز کوئی مشترک سی چیز ہے یا پھر ادارۂ مذہب کا جو مفہوم میرے ذہن میں مرتب ہوتا ہے وہ سارے کا سارا غلط ہے اور ادارۂ نبوت ہی کوئی کم حیثیت انسانی معاشرتی قدر ہے۔ کوئی بات تو ضرور ہے جو حقیقت ابدال کا مفہوم مجھ پر واضح کرنے سے قاصر ہے اور میں شرمندگی محسوس کر رہا ہوں کہ آخر یہ بات جو تم نے کہی ہے اور سلسلہ وار کہے جا رہے ہو۔ میری سمجھ سے کیوں بالا ہے؟

دوسری بات تمہارا پیرایۂ اظہار ہے۔ میں حد درجہ دوستانہ احتیاط کے باوجود اپنی طبیعت سے مجبور ہوں اور کہتا ہوں کہ روحانیت کے اظہار کے لب و لہجے بھی اب تو اردو زبان

Marfat.com

میں بھی آگے نکل آئے ہیں مگر تمہارا اسلوب ایک صدی سے تو کیا ہی کم پرانا ہوگا۔ اس کی شاید ایک وجہ یہ بھی ہے کہ آدھی کتاب پُرانی کتابوں کے حوالوں سے مرصع ہے اور تم مجبور تھے کہ انہی کے لب ولہجہ اور اسالیب کے حصار سے باہر آ ہی نہ سکو۔ لیکن اس کا نقصان یہ ہوا کہ تم اسالیب نو کے شناساؤں تک اپنی بات پہنچا دینے سے قاصر رہے۔ اس سے تمہارے فلسفہء زندگی کے اظہار کی نارسائی کا پہلو خواہ مخواہ سامنے آ جاتا ہے۔ میں سمجھتا ہوں کہ تم تو تم اگر واقعی ہمارے آس پاس، ہمارے نواح میں کوئی ابدال، قطب، غوث قسم کی ہستیاں موجود ہیں تو انہیں بھی اب اپنے پیرایہ ہائے اظہار بدل لینا چاہئیں۔ معاشرے کے لئے زبان کی کلیدی اہمیت جب میں سوچتا ہوں تو آخر یہ لوگ جن کا تذکرہ تم کرتے ہو، ان کا بھی آخری تعلق تو معاشرے سے قائم کرنے میں روک بنتا ہے اور اگر وہ نہیں بلکہ ان کا یہ کام محض حصول خیر کی خاطر تم نے اپنے سر لیا ہے تو تم ناکام رہے ہو۔ میں اپنی اس رائے کے اظہار پر معذرت کرتا ہوں مگر میں سمجھتا ہوں کہ میں نے اپنی رائے اخلاص اور دیانت داری سے تمہارے سامنے رکھی ہے۔

یہ بات یقیناً تمہارے فہم کا حصہ ہونی چاہئے کہ نبی اکرم (صلی اللہ علیہ وسلم) کی بعثت کے بعد اور پھر اس جہان سے گزر جانے کے بعد خدا کی منشاء یہی تھی کہ نبوت جیسا عظیم ادارہ بھی اپنے انجام کو پہنچ جائے کہ انسانی تہذیب کی ترقی کا یہ انداز اب ختم ہوا۔ اس باب میں خاتم الانبیاء (صلی اللہ علیہ وسلم) روحانیت کی آخری انتہاؤں کو پہنچ گئے۔ معجزات اور خوارق کا عہد تمام ہوا۔ اسلام کے ساتھ انسان کی تاریخ ایک نیا ورق پلٹتی ہے اور ایک نئی کروٹ لیتی ہے جس کا ڈھب ہی دوسرا ہے۔ اس میں ابدال اور غوث اور قطب کا کیا مقام اور کیا حیثیت اور ان چیزوں کا کیا صلہ؟ ممکن ہے یہ ادارے اور یہ باتیں پہلے آدم (علیہ السلام) سے دوسرے آدم (محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم) کے درمیانی عرصے کی چیزیں تو ہوں مگر آدم ثانی (صلی اللہ علیہ وسلم) کے بعد تو انسان کے ذہنی ارتقاء کی صورت ہی کچھ اور ہو جاتی ہے۔ اس کی گواہی انسان کی تاریخ دے رہی ہے۔ ابدال اور اقطاب تو انسان کی تاریخ کا کوئی حصہ ہی نہیں ہیں اگر یہ ہیں بھی تو شاید

Marfat.com

فردیت کی مثالیں ہیں اور یہ مثالیں بھی مجھے تو یوں لگتا ہے (تمہاری بحث سے) کہ اسلام کی محتاج نہیں ہیں۔ عبدالقادر جیلانی (رحمۃ اللہ علیہ) سے ایک شخص کی مونچھیں درست کرانے کا واقعہ لکھ کر تم نے محض برائے وزن بیعت کام کیا ہے یا یہ کہ قسطنطنیہ کے عیسائی کو خواہ مخواہ مشرف بہ اسلام کرایا ہے ورنہ بات کا تھوتھا پن تو پوری کہانی سے عیاں ہے۔

تم نے ایک طرح سے اپنی کتاب کی بنیاد سورۂ کہف کی چند آیات پر رکھی ہے۔ حیرت ہے کہ یہی سورت ۲۶ آیت میں یہ بھی کہتی ہے کہ ''وَلَا يُشْرِكُ فِي حُكْمِهِ أَحَدًا'' (وہ اپنے حکم میں کسی کو شریک نہیں کرتا)۔ اس آیت کی روشنی میں بعد کی آیات کی وہ تشریح میرا خیال ہے، کہ کرنا ہی زیادتی ہے جس پر تم اپنی عمارت کو کھڑا کرتے ہو۔ ویسے ایک بات ذہن میں آتی ہے کہ جس ڈھب میں تم نے بات کو آگے چلایا ہے اور ابدال عورتوں کا بھی ذکر کیا ہے تو اسی ڈھب میں آل عمران میں مریم (رحمۃ اللہ علیہا) کا واقعہ بھی اس ذیل میں فٹ ہوسکتا ہے کہ وہ نبی نہ تھیں اور جب ذکریا (علیہ السلام) اس کے کمرے میں جاتے تو وہاں انواع واقسام کا رزق دیکھتے اور تعجب سے پوچھتے کہ اَنّٰى لَكِ هٰذَا؟'' (یہ سب تیرے پاس کہاں سے آیا ہے؟) تمہارے انداز میں سوچوں تو اسلام سے پہلے وہ بھی ابدال خاتون قرار پاتی ہیں۔ میں تو خیر، اس بات کا بالکل دوسرے انداز میں سوچتا ہوں۔

اچھا رکو، یہ ٹسٹ نہیں ہے، میری درخواست ہے، اہلِ خدمات تک تمہاری رسائی ہے (کوئی ہوں گے) کیا میرے لئے اپنے ایک پرانے دوست کے لئے ان سے دعا کی درخواست کرسکتے ہو، میں تمہیں اس بات کے لئے مجبور نہیں کرتا مگر مجھے کوئی نتیجہ دیکھنے دو۔ بہر حال ابدالوں کی ابدالیت پر ایمان لانا میرے اور ہمارے ایمان کا حصہ تو نہیں ہے مگر میں اس ادارے سے شناسائی تو حاصل کروں۔

والسلام

خاکسار.............

Marfat.com

ایک پرانے اور کرم فرما دوست کا یہ خط ہے، جو کتاب کا پہلا حصہ (اور پہلا ایڈیشن) چھپنے کے بعد موصول ہوا۔ خط کے بعض حصوں کی مندرجات کو ہو بہو نقل کر دیا گیا ہے کیونکہ ایک تو خط کے کاتب کو مصنف سے ایک گونہ تعلق خاطر رہا ہے اور دوسرے یہ صاحب اور طبقے کے ایک فرد سمجھے جاسکتے ہیں جو اپنے تئیں اسلام کا خرد مند اور روشن دماغ گروہ خیال کرتا ہے۔ اس خود مندی کے زیر اثر تصوف کے متعلق اس کا نظریہ اگر معاندانہ نہیں تو کم از کم متعصّبانہ ضرور ہے۔ یہ تعصب ضروری نہیں کہ جہالت پر مبنی ہو، اپنے طور پر انہوں نے اسلام اور بانیء اسلام ﷺ کو جس طرح سمجھا اور قرآن مجید کو جس انداز سے پڑھا تو اس کے نتیجے میں اسلام کے اندر وقتاً فوقتاً دینی و روحانی علوم کی کھلنے والی تہوں اور گونا گوں مذہبی و نیم مذہبی تحریکوں کے بارے میں نظریات مختلف ہوگئے۔ ایک بات واضح ہے کہ تصوف کو انہوں نے بہر حال اسلام سے باہر کی کوئی چیز سمجھ لیا اور حالانکہ اس کا کشف وظہور خود بطن اسلام کا ہی مرہون منت تھا اور پھر اسی خیال کے تحت اسکے اندر جو چیزیں ان کو اپنے فہم وادراک سے باہر نظر آئیں، ان کو دین و مذہب سے بیرون تصور کر کے یہ حضرات مطمئن ہوگئے۔

اب ظاہر ہے اگر یہ لوگ عادت واطمینان کے خول سے باہر آ کر واقعی تصوف کو سمجھنے کا شوق رکھتے ہیں تو پہلے ایسے حضرات کو تصوف کے بارے میں کوئی صحیح رائے قائم کرنی چاہیئے تاکہ پھر وہ تصوف کے دوسرے فروعی یا اندرونی معاملات کے بارے میں صحیح طور پر کچھ سمجھ سکیں۔ ورنہ جو شخص اصل کو ہی نہیں مانتا، فروعات کو کیسے مان سکتا ہے۔ یہ ایسے ہی ہے جیسے کوئی بے دین اگر دین کو ہی نہیں مانتا تو شریعت اور دوسرے دینی علوم کو وہ کیسے صحیح طور پر سمجھ پائے گا اور اگر اپنے زعم میں کچھ سمجھ بھی لے تو غلط ہی سمجھے گا۔

تصوّف اِسلامی علوم میں سے ایک علم ہے بلکہ اسلام کا ہی داخلی و باطنی پہلو ہے جو اسلام سے الگ نہیں۔ اس کی اہمیت کا اندازہ اس سے کیا جاسکتا ہے کہ پرانے زمانے میں طالب علم اسلامی جامعات سے فارغ التحصیل ہونے کے بعد اپنے اساتذہ کی ہدایات کے تحت

Marfat.com

اس سے ضرور شناسائی حاصل کرتے تھے۔ یعنی وہ اسے اپنی تعلیمی تکمیل کے لئے ایک برتر علم و حکمت سمجھتے ہوئے اس کا مطالعہ اپنے پر لازم گردانتے تھے۔ وہ تصوف سے آگاہی کے لئے کتابیں پڑھتے تھے حتیٰ کہ صوفیاء کے خیالات و جذبات سے فیض یاب ہونے کے لئے سفر کرتے تھے۔ ان میں سے بعض تو پورے کے پورے صوفیاء کے حلقوں میں شامل ہو کر صاحب نسبت ہو جاتے تھے اور اس نسبت کو باعث عزت و افتخار سمجھتے تھے، اور بعض آگاہی و شناسائی کے مرحلے سے ہی اپنی طبیعت کے کسی پسندیدہ موضوع علمی کی طرف واپس لوٹ آتے تھے۔ بہر صورت اپنے اپنے ظرف اور اہلیت و قابلیت کی بات تھی۔ لوٹ آنے کے بعد وہ تصوف کی مخالفت کبھی نہ کرتے تھے۔ الا ماشاء اللہ۔ کیونکہ محدود طبیعتوں کے لوگ تو ہمیشہ رہے ہیں۔ کچھ آوازیں اگر خلاف بھی اٹھتی رہی ہیں تو ان کی کوئی اہمیت نہیں۔ مجموعی طور پر فقہاء و آئمہء اسلام تصوف کی اہمیت کے قائل رہے ہیں۔

ایک شعبہء علم ہونے کے لحاظ سے تصوف کی اپنی ایک زبان ہے، اس میں کچھ مخصوص اصطلاحات اور تراکیب الفاظ ہیں جو صوفیاء کی آپس میں گفتگو کے دوران میں استعمال ہوتی ہیں۔ کسی کو وہ زبان اجنبی لگتی ہے تو وہ اس لحاظ سے حق پر ہے کہ وہ اسے پوری طرح سمجھ نہیں پاتا لیکن اس کا اس لغت و زبان پر اعتراض اس وقت تک بے معنی ہے جب تک وہ یہ نہیں کہتا کہ میں اس باتوں کو سمجھنا چاہتا ہوں، کچھ میرا لحاظ کرتے ہوئے اس زبان میں یہ باتیں کرو جسے میں بھی بخوبی سمجھ سکوں۔

''حقیقت ابدال'' کا پہلا حصہ چھپا تو وہ ایسے قارئین کے لئے تھا جو تصوف کے متعلق پہلے سے کچھ جانتے ہیں اور اسکی ''لغت'' کو سمجھتے ہیں چنانچہ ایسے قارئین نے اس کتاب کو تحسین کی نظروں سے دیکھا اور پڑھ کر پسندیدگی کا اظہار بھی کیا۔ اب اس خط سے معلوم ہوا کہ ایک اور طبقے کو یہ کتاب اوپری سی نظر آئی مگر اس کے بعض افراد میں ابھی تک کچھ شوق باقی ہے کہ وہ ایسی باتوں کو سمجھنا چاہتے ہیں۔

Marfat.com

جاننا چاہئے کہ تصوف اسلام کے باطن کی گہرائی اورنفسیاتِ روحانی کا علم ہے۔اس لئے اسے بعض اوقات سرّی علم اورسَر بستہ راز بھی کہا گیا ہے۔مگر یہ ایسا راز ہے جو خود اپنی حفاظت کرتا ہےاور خود بخود کسی پر نہیں کھلتا جب تک کہ پہلے کسی کا مزاج اور طبیعت تبدیل نہ ہو اوراس میں قبولیت کی اہلیت پیدا نہ ہو جائے۔

اب جو شخص ''ولی اللہ'' کی ہی اصطلاح کو نہ مانتا ہو، وہ غوث، قطب اورابدال واوتاد کے القاب کو کیا مانے گا اور کیسے جان سکے گا کہ یہ سب نام اور کام صوفیاء کرام کے دائرہ عمل کی فعالیت اورحرکیت سے متعلق ہیں۔ان کو محض علمی طور پر کوئی سمجھنا چاہے تو اس کے لئے یہ صرف باتیں ہیں جنہیں بڑی آسانی سے اوہام وقصص سمجھ کررد بھی کیا جاسکتا ہے۔

تصوف کو اگر غیر صوفیانہ زبان میں بیان کیا جائے تو ظاہر ہے کہ آدھی بات بیان ہو سکے گی اور آدھی پھر بھی رہ جائے گی۔کیونکہ کسی علم کے الفاظ واصطلاحات کے ساتھ جو کلچر کی نفیس اورلطیف ہواذہن ودماغ میں چل پڑتی ہے، وہ نہیں چلے گی۔

ہاں، یہ پوچھا جاسکتا ہے کہ اس زبان سے آگاہی کا کیا طریق ہے؟ اس کا جواب واضح ہے کہ اس علم کی کتابیں پڑھیئے اوراس علم کے صحیح اور باذوق نمائندوں سے ملئے،تب ممکن ہے کہ ایک پُل پر جا کر آپ ان کی دنیا میں پہنچ جائیں۔خواہ یہ پہنچنا محض شناسائی کے لئے ہو لیکن پہنچنا اوران کے ساتھ مل بیٹھنا یاان کے رسائل وکتب پڑھنا ضروری ہے۔تعارف کے لئے اس قسم کی تقریبات لازمی ہوتی ہیں۔

یہی بات صوفیانہ لب ولہجہ، اسلوب اور پیرایہءاظہار کے بارے میں کہی جاسکتی ہے۔ تصوف،فلسفہ یاسائنس کی کتابیں سمجھنے کے لئے ان کی کچھ بنیادی اصطلاحات اوران کے بنیادی نظریات کے متعلق جاننا ضروری ہوتا ہے۔اگر واقعی علوم صوفیا کے مطالعہ کا شوق ہے تو تصوف پر بھی ہر زبان میں بے شمار کتابیں آپ کو ایسی مل جائیں گی جو عام لوگوں کے لئے بھی ایسی ہی مفید ہیں جتنی خواص کے لئے۔اوران کو اسی طبقے کے لئے لکھا بھی گیا ہے مگر تصوف کو سمجھنے کے لئے

Marfat.com

ان کو پڑھنا شرط ہے۔ خود اس فقیر نے کچھ کتابیں لکھی ہیں جو خواص صوفیاء کے لئے نہیں بلکہ تصوف کے بارے میں ابتدائی معلومات حاصل کرنے والوں کے لئے تحریر کی گئی ہیں مثلاً ''مسائل تصوف اور عصر جدید'' (۱) ''احوال و مقامات حضرت سلطان باہوؒ'' (۲) ''سلطان العارفین سلطان باہو، حیات و تعلیمات'' (۳) وغیرہ۔ یہ کتابیں اگر کوئی پڑھے گا تو اسے ان کی لغت اجنبی معلوم نہ ہوگی۔

''ابدالیت'' کا موضوع چونکہ صوفیوں اور درویشوں کے حلقہ کا موضوع تھا لہٰذا اس کے اظہار و ابلاغ کے لئے جو زبان استعمال کی گئی یا پیرایہ ءاظہار اختیار کیا گیا، وہ تصوف کا بنیادی علم رکھنے والے اہل حلقہ کے لئے موزوں و مناسب تھا، اور مقصود منتہا بھی یہی تھا۔

اب کچھ سنجیدہ مسائل کی طرف آیئے، جن کی خط میں نشاندہی کی گئی ہے۔

سوال اٹھایا گیا ہے کہ ''ابدالیت'' کا ''نبوت کے معروف ترین ادارے'' سے کیا تعلق ہے؟

دراصل بات وہی ہے جو پہلے کہی جا چکی ہے کہ بحث سے پہلے کسی علم کی مبادیات کے بارے میں کچھ علم حاصل کرنا چاہئے اور پھر اسکی فروعات کے بارے میں گفتگو کرنی چاہئے۔ اب اس قسم کا سوال ایسے ہی طبقے کا کوئی فرد پوچھ سکتا ہے جسے تصوف کی ماہیت اور غرض و غایت کا کچھ پتہ ہی نہیں .... یہ بات تصوف کی ابتدائی کتب میں بار بار دہرائی گئی ہے کہ تصوف کا تعلق کردار سازی اور اس کے عوامل و خصائص سے ہے، تصوف تزکیہ ءنفس اور تجلیہ روحانی کا علم ہے جو احکام الٰہی کی اطاعت سے حاصل ہوتا ہے اور اس کا سارا زور عملی پہلو پر ہوتا ہے۔ ظاہر ہے کہ احکامِ الٰہی نبوت کی عطا ہیں یعنی شارع اور پیغمبر اللہ سے یہ احکام وصول کر کے خلق خدا تک پہنچاتا ہے۔ ان احکام کی تعمیل میں ایک ماننے والا اپنے کردار کو صیقل کرتا ہے اور اسی زندگی میں اللہ کے قرب میں کوئی درجہ پالیتا ہے۔ صوفیاء اسے مقرب، فقیر کامل یا ولی اللہ کہتے ہیں۔ اب یہ قرب کا درجہ پالینے والا معاشرے میں ایسے ہی نہیں بیٹھ جاتا بلکہ وہ اپنے تئیں خدمت خلق کے

Marfat.com

لئے وقف کر دیتا ہے۔ وہ جس شعبے میں ہوتا ہے، فی سبیل اللہ نیت کو خالص کر کے کام میں لگ جاتا ہے اور اس شعبے میں پوشیدہ یا ظاہر قابل قدر کارکردگی کا مظاہرہ کرتا ہے۔ کچھ ایسے اولیاء اللہ بھی ہوتے ہیں جنہیں اللہ تعالیٰ اپنے خاص فرشتوں کے ذریعہ کسی خاص کام پر لگا دیتا ہے۔ یہ اسی طرح کی بات ہے جیسے اللہ تعالیٰ فرشتوں کے واسطہ سے نبیوں تک کلام پہنچاتا ہے اور لوگ کلام اللہ تک رسائی یا اس سے اطلاع پاتے ہیں۔ بعینہ اللہ تعالیٰ اپنے قضا و قدر کے کام میں فرشتوں کے ذریعہ ان مقرب بندوں یا بعض اولیاء اللہ تک احکام پہنچاتا ہے اور وہ اس کی تعمیل کرتے ہیں۔

اب نبوت کے ادارے کی نوعیت اور اسکی کارکردگی واضح ہوگئی کہ نبوت تو وہ درسگاہ ہے جس کے بغیر تعلیم ہے نہ تربیت اور اس کے نتیجے میں شخصیت ہے نہ کردار۔ اس تعلیم و تربیت سے فیض یاب ہو کر ہی کوئی آگے بڑھ کر کام کرسکتا ہے اور اس قابل ہوسکتا ہے کہ اللہ کی قدرت کے ہاتھوں میں ایک وسیلہ و واسطہ بن کر کام کرے۔ لہٰذا ادارۂ نبوت اس ضمن میں ''کوئی کم حیثیت انسانی معاشرتی قدر'' نہیں ہے بلکہ تعلیم و تربیت کا بنیادی ادارہ ہے۔ اسی ادارے سے علماء وفقہاء اور ان میں ابدال وصوفیاء کرام تعلیم و تربیت پا کر نکلتے ہیں اور اپنے اپنے دائروں میں کام کرتے ہیں۔(۴)

بات پھر پیرایہء اظہار کی آ گئی کہ ابدالوں کے متعلق سمجھانے کے لئے ایسا اسلوب اختیار کرنا چاہئے کہ بات معترفین کے پلے پڑ سکے مگر خرد مند حضرات اس نکتے کو ضرور ذہن میں رکھیں کہ ابدالوں کے متعلق سمجھانے اور سمجھنے کے لئے کوئی بھی دینی سطح پر مکلّف نہیں ہے۔ سوائے ان لوگوں کے جو تصوف کے علم میں رسوخ رکھتے ہیں۔ بلکہ ابدال تو اپنے نام اور کام کو پوشیدہ رکھتے ہیں۔ شاید ان کے نزدیک وہ آدمی کسی خاص حیثیت کا حامل نہ ہو جو ان کے بارے میں باتیں بتاتا پھرتا ہے یا ان کے کام سے متعلق کچھ پنہاں لوگوں پر ظاہر کر دیتا ہے۔ یہ تو اولیاء اللہ کا ایک پوشیدہ گروہ ہے، اسی لئے ان کو رجال غیب کہا جاتا ہے۔ اگر ان کے بارے میں کچھ

Marfat.com

معلومات حاصل ہو جاتی ہیں تو اہل حلقہ طالبین انہیں اپنے علم میں اضافہ کی بات سمجھتے ہیں اور اگر ان کے بارے میں کچھ بھی پتہ نہ چلے، تب بھی کوئی خاص حرج نہیں، کسی کے ایمان میں کوئی فرق نہ آئے گا۔ ہاں، تعلیم کے نکتہء نظر سے کسی علمی پہلو کا تشنہ رہ جانا دوسری بات ہے۔

اس بحث میں خط کے اندر عبارت میں ایک لفظ ''سیکولر'' استعمال کیا گیا ہے۔ پوچھا گیا ہے کہ آیا ان ابدالوں کا کام سیکولر نوعیت کا ہے۔ پہلے سیکولر کے معنی وضاحت طلب ہیں۔ سیکولر کی اصطلاح ہر اس کام اور نظام کے بارے میں استعمال کی جاتی ہے جس کا براہ راست دین سے کوئی تعلق نہ ہو۔ اب سوال یہ ہے کہ خدمت خلق کو آپ کیا سمجھتے ہیں؟ کیا طبیب کے کام کو سیکولر سمجھتے ہیں؟ کیا سائنس دانوں کے کام کو سیکولر جانتے ہیں؟ اصل بات آپ کے ایمان اور نکتہء نظر کی ہے۔ جو آدمی بھی ایمان کی روشنی میں خدمت خلق کے لئے آگے بڑھتا ہے، اس کا کام سیکولر نہیں رہتا، بلکہ عین دین کا کام ہو جاتا ہے۔ ابدال و اوتاد خدمت خلق پر مامور ہیں اور متقی و دیندار لوگ ہوتے ہیں۔ لہٰذا ان کا کام اس لحاظ سے سیکولر نہیں ہوتا۔ مخلوق کے بارے میں کہا گیا ہے کہ خلقت اللہ کا کنبہ ہے۔ گویا خلقت کی خدمت ایک دینی فریضہ ہے۔ اگر ہر کام نیت خالص کر کے کسی نہ کسی دینی حکم کو پیش رکھ کر کیا جائے تو مومن کے لئے کوئی کام سیکولر نہیں رہتا۔

چنانچہ خدمت کے لئے ابدال کا ہر قوم پر گزر ہوتا ہے اور وہ اس کو عین دین سمجھتے ہوئے یہ فریضہ سرانجام دیتے ہیں۔ کتاب میں تذکرہء غوثیہ کی ایک روایت نقل کی جا چکی ہے کہ خضر اور ان کے ساتھی برہمنوں کا بھیس بدل کر زخمی ہندو فوجیوں کو پانی پلاتے ہوئے پائے گئے۔

O

بے شک نبوت ختم ہوگئی، آخری نبوت کے ساتھ احکام الٰہی بھی مکمل طور پر جنوں اور انسانوں تک پہنچ گئے مگر یہ جو کہا گیا ہے کہ اسکے ساتھ ''معجزات اور خوارق کا عہد تمام ہوا'' اب یہ کہنے کے انداز کا فرق ہے۔ اگر میں یہ کہوں کہ بانیء اسلام حضرت محمد ﷺ کے وصال یا غیبت کے بعد بھی آپ کے معجزات کا یہ عالم ہے کہ پے در پے اس امت پر رحمت کی شکل میں ظاہر ہو

Marfat.com

رہے ہیں۔ اگر ایک طرف حالات کی تقاضوں کے ساتھ اجتہاد کے فرائض ادا ہو رہے ہیں تو دوسری طرف حضور کی برکت عظیمہ کے پرتو سے عجیب وغریب شخصیتیں پیدا ہو رہی ہیں۔

شوکتِ سَنجر و سَلیم تیرے جَلال کی نَمود

فقرِ جُنید و بایزید تیرا جَمالِ بے نقاب

اس اُمت میں جس قدر محیر العقول کارنامے لوگوں سے سرزد ہو رہے ہیں یا جو کرامتیں معرض وجود میں آ رہی ہیں، دراصل وہ سب حضور ﷺ کے معجزات ہیں بلکہ اس امت کا قیام بھی حضور ﷺ کے خوارق عادات میں سے ہے۔ عاشق رسول اقبال (رحمۃ اللہ علیہ) اس حقیقت تک پہنچ گیا تھا کہ اس نے کہا۔

خاص ہے ترکیب میں قومِ رُسولِ ہاشمی

اقبال نے یہ بھی کہا کہ اس امت کی تہذیب مرے گی نہیں، صرف ادوار بدلتے رہیں گے، کیا یہ قوموں کی تاریخ میں ایک معجزہ اور خوارق عادات کارنامہ نہیں ہے؟

اب اس صورت حال میں یہ سوال عجیب معلوم ہوگا کہ اسلام کے آ جانے کے بعد ابدال اور غوث وقطب کا کیا مقام اور کیا حیثیت اور ان چیزوں کا کیا صلہ؟ ان کا مقام وہی ہے جو قضا وقدر کے کارکنان اور دیگر اہل خدمات کا ہوتا ہے اور حیثیت وہی ہے جو ان کے عجیب و غریب نوعیت کے کاموں سے ظاہر ہے۔ رہا صلہ، تو خدمت خلق اور تعمیل اَمر کا جو صلہ اللہ کے ہاں مقدر ہے، وہی ان کا ہوتا ہے۔

اگلی فصل میں ایک کتاب کا ذکر ہو رہا ہے جس میں بیان کیا گیا ہے کہ انسانوں کے اندر ایسے اہل خدمات کا اہل کتاب کی روایات میں بھی مختلف ناموں سے ذکر موجود ہے اور اب بھی ان کا یہ کام جاری ہے .... ان کا کام انسان کی تاریخ کا کوئی حصہ ہے یا نہیں تو مذکورہ کتاب کے مصنف کے نزدیک انفرادی طور پر تو یہ لوگ انسانوں کی مدد کرتے ہی ہیں، دراصل ان کا ''کار عظیم'' تہذیبوں کی تشکیل وتعمیر اور ارتقاء سے متعلق ہے۔

Marfat.com

یہ بات پھر محل نظر ہے کہ آیا تاریخ میں حالات، صحیح محرکات واسباب ونتائج بیان کئے جاتے ہیں؟ کیا یہ درست نہیں ہے کہ کتنی ہی گفتنی حقیقتیں نا گفتنی رہ جاتی ہیں اور کتنے ہی کاموں کا ذکر کسی نہ کسی وجہ سے اظہار بیان میں راہ نہیں پاتا۔ تاریخ کی کتابیں اس لحاظ سے ہمیشہ ایک نا مکمل کہانی پیش کرتی ہیں۔ پھر ان لوگوں کے کام پر آپ کیسے حکم لگائیں گے جو اپنے کام کی نوعیت کے لحاظ سے ویسے ہی پوشیدہ رہ کر کام کرتے ہیں اور رجال غیب کہلاتے ہیں۔ ان کا کام یقیناً تاریخ کا حصہ ہے مگر عام مؤرخین کی نظروں سے بھی وہ پوشیدہ رکھا جاتا ہے۔

آخر میں رہ گئی شرک کی بات۔ اس کی تنبیہہ کتاب کی آخری فصل میں موجود ہے لیکن ابدالوں کا کام مظاہر شرک کے زمرہ میں کیسے آ گیا۔ یہ تو حکم کے بندے ہیں اور خضر علیہ السلام کا جواب اس سلسلے میں آیت کے طور پر موجود ہے جس میں وہ بزرگ انکساری کے ساتھ اقرار کرتا ہے "وَمَا فَعَلْتُهُ عَنْ اَمْرِیْ" (اور میں نے یہ اپنے حکم سے نہیں کیا) بات وہی ہے جو صوفیاء کرام کی ضرب المثل میں بتائی گئی ہے۔ ہر کسے را بہر کارے ساختند یا ہر مردے و ہر کارے۔ ہر شخص اپنی اپنی جگہ پر کسی کام کے لئے پیدا ہوا جسے وہ سرانجام دے رہا ہے۔ اس پر شرک کے اعتراض کی کوئی وجہ نہیں۔ سنت اللہ یہی ہے کہ اللہ تعالیٰ ہر ایک سے کوئی نہ کوئی کام لے رہا ہے۔ اگر اپنے بعض پوشیدہ مقرب بندوں یا اولیاء اللہ سے وہ احکام قضا وقدر کے نفاذ کا کام لے رہا ہے، تو اعتراض بے محل ہے۔ زیادہ سے زیادہ یہی کہا جا سکتا ہے کہ یہ لوگ فرشتوں جیسے کام کرتے ہیں۔

Marfat.com

ایک کتاب اور اس کی تلخیص

اب ایک کتاب کے مندرجات کی طرف رجوع فرمایئے جس کے تعارف کے لئے کچھ تمہیدی کلمات لکھے گئے ہیں۔ بعدہ، ذیل میں اسکے جستہ جستہ خیالات و نظریات کی تلخیص پیش کی جارہی ہے۔ تاہم یہ نکتہ ضرور ملحوظ رہے کہ مصنف نے بعض نظریات و تحقیقی مقالات عام ڈگر سے ہٹ کر سوچے اور سمجھے ہیں۔ ان پر آگے تبصرہ کے باب میں گفتگو کی گئی ہے۔

اس صدی کے اوائل میں تھیوسوفیکل مفکرین کے خیالات کے زیر اثر انگریزی زبان میں کچھ ایسی کتابیں ضرور لکھی گئیں جن میں بتایا گیا کہ ہمالیہ کی پہاڑیوں میں کچھ ایسے مراکز ہیں جن میں بیٹھے روحانی استاد عام لوگوں میں دنیاوی معاملات کی سرانجام دہی کے لئے یا غور کرنے والے اذہان کے اندر خیال انگیزی کے سلسلہ میں خفی طور پر ہدایات جاری کرتے رہتے ہیں اور ان کی یہ ہدایات خیالات کی لہروں کی شکل میں نہ صرف پوری تہذیب کے وجود میں جاری و ساری رہتی ہیں بلکہ اسکی کارکردگی کے لئے جہت و سمت کو بھی متاثر کرتی رہتی ہیں۔ بایں ہمہ تصوف کے حوالے سے صرف ارنسٹ سکاٹ نے ایک اہم تصنیف (۵) پیش کی ہے جس کا عنوان "The People Of The Secret" (رجال غیب)۔ یہ کتاب ایسے پوشیدہ ناظمین کے موضوع پر ہے جو خفیہ تنظیم کے عہدیدار یا اہل کار ہیں۔ کتاب خاصی حد تک تحقیقی رنگ لئے ہوئے ہے۔

نظریہء تصوف کے متعلق مصنف کا نکتہء نگاہ محل نظر ہے۔ مغرب میں پچاس ساٹھ سال پہلے تصوف کے بارے میں مستشرقین نے اس نظریہ کو خاصا آگے بڑھایا کہ تصوف اسلام میں عیسائی راہبوں کی دیکھا دیکھی پھیلا یا باہر کے دیگر اثرات و عوامل مثلاً ہندو ویدانت اور بدھ

Marfat.com

مت اور عجمی روایات نے اس کے لئے بنیادی مواد مہیا کیا اور اس طرح گویا ان کے خیال میں مسلمانوں کے اندر تصوف کی روایت کی بنیاد پڑی۔ بعد ازاں دوسرے دور میں مغرب میں کچھ ایسے نومسلم صوفیاء نے کتابیں لکھیں جنہوں نے اسلام قبول کرنے کے بعد المغرب کے زاویوں میں صوفیانہ تربیت پائی ہے مثلاً ٹائیٹس برکہاٹ، شوآن اور مارٹن لنگز وغیرھم۔ انہوں نے ثابت کیا کہ تصوف کے سوتے براہ راست قرآن و حدیث اور دیگر اسلامی سرچشموں سے پھوٹتے ہیں۔ چنانچہ اب ان کے زیر اثر دوسرے محققین بھی یہ ماننے لگے ہیں کہ تصوف اسلام ہی کی داخلی سرّی روایت ہے۔

''رجال غیب'' کا مصنف ان سے الگ نظریہ رکھتا ہے۔ وہ مطلقاً سرّی روایت کو معروف ادیان یعنی ہندو دھرم، بندھ دھرم، یہودیت عیسائیت اور اسلام سے ماوراء مانتا ہے۔ البتہ ان ادیان کو وہ صوفی روایت کا حصہ اور ان کے بانیوں کو صوفیت کے رہبر سمجھتا ہے۔ یعنی سارے ادیان صوفی روایت کے اندر مختلف مذاہب ہیں اور ان کے بانیین اپنے وقت کے بزرگ صوفی تھے جو سرّی فیوض کی رو سے فیض یاب اور متاثر ہوئے۔ کتاب میں مرکزی خیال یہ پیش کیا گیا ہے کہ اس برتر سرّی روایت (جسے مصنف صوفیت (SUFISIM) کہتا ہے) کے نمائندے یا معلمین انفرادی اور اجتماعی سطحوں پر مختلف طریقوں سے اپنا کام جاری رکھتے ہیں۔ ان کو جو کام تفویض ہوا ہے وہ انسان و کائنات کے ارتقائی سفر میں رہبری کا ہے۔ انہی کے خیالات اور منصوبے انسانی دماغوں میں راہ پاتے ہیں، غرضیکہ جہاں کوئی بھی کار جہاں بینی میں مصروف ہے، انہی کے زیر اثر ایسا کر رہا ہے۔

یہ ایک قسم کا خفیہ نظام ہے جسے خفیہ روحانی حکومت بھی کہہ سکتے ہیں، اب ایک سوال پیدا ہوتا ہے کہ اس طرح کے نظام کے تحت اگر تکوینی امور سرانجام پا رہے ہیں تو زمین پر جنگیں کیوں ہوتی ہیں اور تفرقہ بازی میں تنازعات کیوں جنم لیتے ہیں؟ مصنف کے نزدیک جنگیں بظاہر منفی شکل میں ظاہر ہوتی ہیں مگر ان کے حقیقت آپریشن کی سی ہوتی ہے یا جیسے کانٹا چبھ جائے تو

Marfat.com

اسے نکالنا ضروری ہو۔ اب کانٹا نکالتے ہوئے تکلیف تو ہوتی ہے، خون بھی ضائع ہوتا ہے، نیز کمزوری پیدا ہو جاتی ہے مگر انجام کار تندرستی کے لئے یہ اقدام مفید ثابت ہوتا ہے۔ اقبال نے بھی کہا ہے:

اللہ کے نشتر ہیں تیمور ہو یا چنگیز

اسی طرح بعض اوقات دو فریق یہ جانے بغیر آپس میں لڑ رہے ہوتے ہیں کہ ان کے درمیان ان کے خیال میں بظاہر کوئی تنازعہ ہوتا ہے۔ لیکن اگر ایک طویل مدت تک آگے مستقبل پر نظر ڈالی جائے تو وہ دونوں ایک ہی مقصد کو آگے بڑھا رہے ہوتے ہیں۔ جیسے صلیبی جنگوں میں ہوا کہ اس کے ذریعے مشرق و مغرب کے آپس میں ملنے کی صورت پیدا ہوئی یا بعد ازاں رودِ نیل کے کنارے نپولین کے لشکر اور مصر کے ممالیک کی فوجیوں کا آمنا سامنا ہوا تو وہاں بھی دراصل مشرق و مغرب آپس میں مل رہے تھے۔ تہذیبیں ایسے ہی وسائل کے ذریعے ایک دوسرے سے اثرات قبول کرتی ہیں اور ایک دوسرے سے قوت حاصل کر کے آگے بڑھتی ہیں۔

یہ بات بھی ماننی پڑتی ہے کہ چونکہ انسانوں کے اندر اختیار کا عنصر بھی موجود ہے اس لئے کہیں نہ کہیں سے شر کی قوت بھی در آتی ہے اور اس طرح سے تباہی پھیلتی ہے اور ناحق خونریزی کے واقعات بھی رونما پذیر ہوتے ہیں مگر پھر یہ فریضہ ''فہم بالا'' کے ذمہ ہوتا ہے کہ اس غلط کاری کو درست کیا جائے اور حالات کا رخ کسی صحیح جہت کی طرف موڑ دیا جائے۔

O

فرد اور تہذیب کی عمر کا اندازہ کیجئے تو ایک فرد کی عمر کا پیمانہ یوں نظر آتا ہے:

دس ماہ: بطن مادر میں

سو ماہ: مدت طفلی

اور عام اوسط زندگی کا طویل عرصہ: ایک ہزار ماہ (تقریباً ۸۰ سال)

اب اگر کسی تہذیب کی مدت عمر دیکھیں تو اسی کی مانند سرسری طور پر اس کا پیمانہ یوں

Marfat.com

نظر آئے گا کہ آٹھ سال کی مدت میں کسی تہذیب کا بیج بویا جاتا ہے۔اس مدت میں وہ نشو ونما پاتی ہے اور آٹھ سو سال میں وہ پھلتی پھولتی ہے۔آٹھ سو سال کے اختتام پر یہ تہذیب مرجاتی ہے یا اس کا ایک دور ختم ہوجاتا ہے۔پھر کوئی نئی تہذیب آجاتی ہے یا وہی تہذیب بالکل نئے روپ میں ظاہر ہوتی ہے۔مصر دیونان وروم کی تہذیبوں اور ابتدائی عیسائی ثقافت کی تاریخ یہی ظاہر کرتی ہے۔اس کے بعد اندلس میں اسلامی تہذیب نے عروج پکڑا تو گو اندلس کی اسلامی حکومت اور یورپ کی عیسائی حکومتوں کے درمیان کشمکش رہی مگر علم وثقافت ان حکومتوں کی حدود کو پھلانگ کر ایک دوسرے کے گلے ملے۔جیسے صلیبی جنگوں میں ہوا۔ایک طرف مشارکت اور دوسری طرف مقابلہ۔مگر اس مشارکت اور مقابلے کی فضاء میں تہذیب آگے بڑھتی رہی اور اسی ارتقاء کے سفر میں یورپ میں ایک مرحلے پر تحریک احیائے علوم ظاہر ہوئی جس کی ترقی کا نکتہءعروج تقریباً ۱۹۳۵ءتھا جب کہ فضائی نقل وحمل کے ذرائع ظاہر ہوئے اور ریڈیو اور سینما کے آنے پر پرانے طور طریقے متروک ہوگئے۔اس وقت یہ تہذیب بیک وقت بلوغت اور بتدریج زوال کے راستے پر ہے۔شاید یہ ظاہری طور پر ستائیسویں صدی تک باقی رہ جائے مگر اس سے پہلے اس کی جانشین تہذیب نادیدہ اور غیر محسوس طور پر پیدا ہوچکی ہوگی۔مصنف کے زاویہءنظر سے دیکھا جائے تو تہذیبوں کے عروج وزوال کے پیچھے ایک خاص مخفی حکمت کارفرما نظر آتی ہے اور ایسے میں کچھ ایسے مردان کار کی موجودگی کا احساس ہوتا ہے جو بنی نوع انسان کے پوشیدہ معلمین ومربی ہیں اور ارتقاء کے راستے پر اس کے غیبی نگران اور ہدایت کار ہیں۔

یہ نگرانی اور ہدایت کاری ظاہری مذاہب کی بلند تر سطح پر جاری رہتی ہے۔حکیم جامی نے کہا ہے کہ افلاطون، بقراط، فیثاغورث اور ہرمز، اشاعت صوفیت کی مسلسل تحریک کا حصہ تھے گو مسلمان صوفیاء نے اسلام کی ہیئت کار کے دائرہ کے اندر رہ کر کام کیا جہاں تک تہذیب کے ارتقاء میں ان کی خدمات کا تعلق ہے یہ محض انسانی سطح پر سرانجام دی گئیں۔مسلمان صوفیاء نے اندلس میں کئی عارضی اور مستقل اقدامات کئے جس سے تہذیب کے ارتقاء نے یقینی صورت حال

Marfat.com

اختیار کی۔ صاحب نسبت لوگوں کی ایک تعداد تمام مقامات پر تمام زمانوں میں عام لوگوں کے درمیان موجود رہی ہے۔ بعض اوقات لوگوں کو ان کے متعلق یقینی طور پر معلوم بھی ہوتا تھا یا بعض اوقات وہ شک کی نظروں سے دیکھے جاتے تھے لیکن وہ ہمیشہ ان کے اندر موجود رہے۔ یوں جیسا کہ اس خفیہ تنظیم کا قاعدہ ہے، وہ عام طور پر معاشرے میں بالکل گمنام ہو کر رہتے تھے۔ اس خفیہ نظام میں مسلمان ولیوں نے بہت بڑا حصہ لیا ہے۔ قرطبہ اور بغداد کے درمیان بسنے والی یورپی اقوام میں تہذیب کا احساس پیدا کیا اور تاریخ کے مدوجزر میں جہاں عالم گیر تہذیب وثقافت کے مقاصد نظر آتے ہیں، وہاں اس برتر خفیہ نظام کے نگران بھی کام کرتے ہوئے دیکھے اور پہچانے جاسکتے ہیں جنہیں ابدال و اوتاد کہا جاتا ہے۔

تاریخ کا ایک مرحلہ ایسا بھی آیا کہ رومی شان وشوکت کا محض ایک عکس باقی تھا اور ایتھنز میں فلسفے اور بیروت میں قانون کے مدرسے کھلے تھے، مصر اور شام میں علم سائنس کا مطالعہ کیا جا رہا تھا اور اسکندریہ میں ایک بڑا کتب خانہ موجود تھا۔ اس موقع پر خفیہ روحانی انتظامیہ نے رومی تہذیب، عیسائیت اور اسلام کو ملا کر ان کے تہذیبی عناصر کو ایک نئی ترکیب دی۔ یہ کام مختلف سطحوں پر مختلف طریقوں سے ہوا۔ رازی اور ابن سینا دو ایسے بڑے آدمی تھے جنہوں نے یورپ میں عقلیت کا انجکشن لگانے کے لئے بہت سا خام مواد مہیا کیا۔

منصور حلاج نے جان دے کر اسلامی تہذیب کے ایک دور میں مذہبی وثقافتی فضا کے جمود کو توڑا۔

قرطبہ میں ابن مسرہ کے مدرسے سے یورپی شعور میں اشراقیت در آئی۔ شاعری میں جنوبی فرانس میں ''طرب دور'' کی تحریک نے عشق ومحبت کی ایک نئی سمت واضح کی جس نے آگے چل کر یورپ کی تہذیب کو عموماً اور اس کے ادب کو خصوصاً متاثر کیا۔

یورپ میں جتنی خفیہ یا ظاہر تحریکیں شروع ہوئیں، ان کے پیچھے کہیں نہ کہیں کوئی صوفی بزرگ یا ان کا کوئی نمائندہ ضرور نظر آتا ہے۔ حتیٰ کہ مصنف کے نزدیک فری میسن تنظیم بھی ایک

Marfat.com

ہی تنظیم ہے جو ابوالفیض ذوالنون مصری (رحمۃ اللہ علیہ) اور ان کے خلفاء نے شروع کی تھی نیز گلاب کی علامتی تحریک اور نائٹ ٹمپلرز سب اسی امر کی مثالیں ہیں۔ پھر موجودہ دور کے اوائل میں ایک سریت پسند روسی گرجیف، یورپ میں جو ذہنی اور روحانی قوت کے مظاہرے کرتا رہا تو یہ سب تہذیب کی ارتقائی سطح پر صوفیوں کے تمام و ناتمام تجربات کا حصہ تھے اس کے پیچھے کہیں نہ کہیں خفیہ روحانی تنظیم کا ہاتھ ضرور کام کر رہا تھا۔

یہ جو بعض تاریخی تنظیموں میں نوعیت یا سرگرمی کے لحاظ سے نشیب و فراز یا کمی بیشی نظر آتی ہے، شاید اس وجہ سے تھی کہ کام کے نگران روحانی شعور کی مختلف سطحوں سے تعلق رکھتے تھے۔ بعض اوقات یہ بذات خود انتظامیہ کے ارکان ہوتے تھے اور بعض اوقات محض ان کے آلہء کار یا ایجنٹ، ان کا کام ان کے شعور کی سطح کے درجے کے مطابق آگے بڑھتا رہا۔ یہی وجہ ہے کہ کہیں کام پورا سرانجام پایا اور کہیں ادھورا رہ گیا مگر عین مقصد کے مطابق ایسا ہوا۔

موجودہ دور میں سائنس دانوں پر قدیم دور کے کیمیا دان اثر انداز ہوتے رہے۔ چنانچہ جب کوئی شخص ایٹم کے توڑنے پر کام کر رہا تھا، تب بھی ایک پراسرار شخص نے آ کر اسے بتایا کہ یہ تکنیک پرانے کیمیا دانوں کو معلوم تھی مگر وہ اس کے نتیجے میں خلق خدا کی ہلاکت و تباہی کے ڈر سے مزید تجربات سے باز رہے۔

یونگ کی نفسیات پر قدیم علم النفس کا عکس نظر آتا ہے، جسے اس نے خود تسلیم کیا ہے۔ البرٹس، اکیوناس اور بیکن وہ پراسرار لوگ تھے جو اوپر کی سطح پر کسی نہ کسی شکل میں خفیہ تنظیم کے ساتھ رابطہ رکھتے تھے اور کسی حد تک ان کے تھوڑے بہت نمائندے بھی تھے۔ انہوں نے اپنے دور پر بھرپور اثر ڈالا اور مشرق و مغرب کے تہذیبی رجحانات و حالات کے اتحاد میں خدمات سرانجام دیں۔

ایک عجیب و غریب شخص عیسائی پادری اور مبلغ للّی کی ہے، جس نے مسلمان کیمیا دانوں اور عالموں سے حکمت کا چراغ روشن کیا اور آگے عیسائی دنیا میں روشنی پھیلائی۔ بغور

Marfat.com

مطالعہ کیا جائے تو یہ محض اتفاق نہیں ہے کہ مسلمان کیمیا دان یا سائنس دان سبھی صوفی تھے جن کی وجہ سے سائنسی علوم کی مبادیات کا مغربی دنیا میں تعارف ہوا۔

یہ عجیب بات ہے کہ ان برسوں میں کیمیا دانوں کے اندر سونا بنانے کی مہارت کا تذکرہ رہا۔ کیا یہ سونا بنا لیتے تھے؟ تذکروں میں واضح طور پر ایسی مثالیں ملتی ہیں کہ یہ کیمیا دان سونا بنانے میں دسترس رکھتے تھے مگر کیا ان کا مقصد محض سونا بنانا ہی تھا؟ اندریں بارہ تذکروں میں بہت سے واقعات کا بیان ظاہر کرتا ہے کہ یہ تجربہ ان کے نزدیک محض ایک نکتہ کی وضاحت کی عملی مثال تھا اور وہ نکتہ یہ تھا کہ نفسیاتی طور پر طبائع بدل سکتی ہیں اور کھوٹے کو کھرا بنایا جاسکتا ہے۔

غرضیکہ اندلس کی سلطنت اور اس کے آس پاس پر اسرار شخصیتوں، نیز زرسازی اور کیمیا دانی کے علوم میں ایک واحد رشتہ نظر آتا ہے اور وہ ہے صوفیانہ تحریک۔

O

جیسا کہ اوپر ذکر ہوا، اس صدی کے اوائل میں ایک شخص گورجیف کا بہت تذکرہ رہا، یہ کاکیشیا کا رہنے والا تھا اور افغانستان اور ترکستان کے بعض صوفیانہ مراکزوں تک اس نے رسائی حاصل کر لی تھی جہاں وہ کچھ عرصہ رہا، کچھ باتیں سیکھیں اور پھر یورپ میں شعبدہ بازی کے مظاہرے کرتا پھرا۔ لیکن دیکھا جائے تو وہ خود ایک حد تک صوفی تحریک کا آلہء کار تھا کہ اس کی وجہ سے کئی متصوفانہ خیالات مغربی دنیا کی رگ و پے میں پھیل گئے۔ گورجیف جن مراکز تک پہنچا، ان میں سے ایک دو بلخ اور کافرستان میں تھے یا کچھ ترکستان میں تھے اور یہی اس کے علم اور معلومات کے مصادر تھے۔

افغانستان ایک ایسی معروف جگہ رہی ہے کہ جہاں سے مشرق اور مغرب میں کئی نظام پھیلے۔ ہندوستان میں صوفیاء کرام افغانستان ہی سے پہنچے اور ترکی تک بھی تصوف کے نمائندے افغانستان سے ہی گئے مثلاً مولانا روم رحمۃ اللہ علیہ کے والد بلخ سے گئے۔ تبت تک صوفی پہنچے جب تبت میں دلائی لاما کا راج تھا تو اس کو محل تک پانچ درویش لے کر جاتے تھے۔ جاپان میں

Marfat.com

زین بدھ ازم یہیں کہیں سے گئی ہوئی صوفیانہ تحریک کا مظہر ہے۔ گویا افغانستان ایک ایسا پاور ہاؤس ہے جہاں سے دور دور تک صوفیانہ تحریک کے نمائندے پہنچتے رہے ہیں اور اس وقت بھی کام کر رہے ہیں۔ اشارۃً کتاب میں نام لئے بغیر بتایا گیا ہے کہ تصوف میں کئی کتابوں کے مصنف افغان سید اور نقشبندی شیخ ادریس شاہ ہاشمی ایک ایسے قطب ارشاد ہیں جو یورپ اور امریکہ میں متصوفانہ خیالات کا پرچار کرنے پر مبعوث ہیں۔ ان کی کتب اور ان کے لیکچرز کے ذریعے مختلف علمی شعبوں اور صوفیانہ خیالات کا ٹیکہ لگ رہا ہے جو اس وقت خفیہ روحانی تنظیم کا مقصود و مطلوب ہے۔ جیسا کہ پہلے کہا گیا، مغرب میں فری میسن، گلاب کے پھول سے متعلق گروہ اور جوانمردی کی تنظیمیں صوفیانہ اداروں کے زیر اثر شروع ہوئیں، مشرق میں کالی دیوی کے پجاری اور چھوٹے بڑے ملنگ، درویش سب کسی نہ کسی صورت میں صوفیوں کے زیر اثر رہے اور کہیں کہیں ان کی گمراہی اور کج روی کے سبب معاملات میں گڑ بڑ بھی ہوئی۔ جیسے اسماعیلیوں میں حسن بن صباح کی گمراہی نے گل کھلائے۔ اسماعیلیہ تحریک میں کج روی تب پیدا ہوئی جب انہوں نے روحانی خفیہ تنظیم کے طریقوں کو سیاست میں استعمال کر ڈالا اور اس سے جو بربادی ہوئی وہ اب تاریخی بیان کا حصہ ہے۔

O

خفیہ طور پر کام کرنے والے افراد یا ان کی تنظیم کے متعلق انکشاف صرف مسلمان صوفیوں کی تحریروں میں ہی نہیں ملتا بلکہ عیسائی اور یہودی صحف میں بھی ان کا ذکر موجود ہے۔ مسلمان صوفی جسے خضر (علیہ السلام) کہتے ہیں، اسکو یہودی روایات میں ''ایلی جاہ'' کہا گیا ہے۔ اس کے علاوہ یہودی روایات کے مطابق چھتیس دوسرے آدمی ہیں جو یک جان اور متحد ہو کر کام کرتے ہیں۔ اسلامی صوفیانہ روایات میں یہی لوگ ابدال اور اوتاد کہلاتے ہیں۔ اگر آج کی دنیا اس کارکردگی کا فہم نہیں رکھتی تو کوئی بات نہیں، شاید آنے والے دور میں یہ سب راز کھل جائے۔

Marfat.com

اسی طرح آپس میں رسل و رسائل اور رابطہ و پیام کے جو ذرائع یہ لوگ استعمال کرتے ہیں وہ بھی موجودہ دور کی عام نفسیات کی دسترس سے باہر ہیں گو بطور علمی ثبوت بعض غیر معمولی قابلیتیں رکھنے والے لوگ ان کا مظاہرہ کرتے رہتے ہیں مگر ہر شخص ان میں مہارت حاصل کرنے کا اہل نہیں ہوتا۔ صوفیوں کی خفیہ تنظیم یا پوشیدہ حکومت اپنے نگرانوں اور کارندوں کے ساتھ بمعاملہ رشد و ہدایت ماورائی نفسیات کے مندرجہ ذیل تکنیکی ذرائع استعمال کرتی ہے:

روشن ضمیری

توجہ و تصرف

جذبہ و کشش وغیرہ وغیرہ

منطقی مزاج تحقیق رکھنے والوں کے لئے یہ سب معلومات شاید مکمل طور پر قابل قبول نہ ہوں گی لیکن یہ بھی ایک مسلمہ حقیقت ہے کہ منطق کا میدان بہت محدود ہے اور بہت سے پڑھنے والے منطق سے آگے بڑھ کر سوچنے اور سمجھنے کی اہلیت رکھتے ہیں۔

تاریخ یوں ہی نہیں بنتی بلکہ اس طویل انسان داستان کا اسکرپٹ انسانی پیدائش سے بھی پہلے لکھ لیا گیا تھا۔

بنی نوع انسان کے لئے کچھ ایسے فائدے اور مقاصد مقدر ہیں جو اسے زمان ارضی کے وقفوں کے دوران میں حاصل کرنے ہیں، یہ فوائد ہمارے پورے شمسی نظام کی نشوونما اور توازن کے لئے لازمی ہیں جس کا زمین ایک حصہ ہے۔ سمت، رفتار اور منتہائے مقصود سب اللہ کے ارادے پر منحصر ہیں۔ مشیت الٰہی یہی ہے کہ عالمگیر طریق کار ایک خاص طرز پر مخصوص منتہا کی طرف آگے بڑھے گا جبکہ اس امکان کا در کھلا رہے گا کہ یہ کارکردگی مخالف سمت میں بھی جا سکتی ہے۔

بہت اونچے درجے کے ''اہل فہم حضرات'' اس بات کو یقینی بنانے کے لئے عالمگیر ارتقاء کی نگرانی کرتے ہیں کہ مشیت الٰہی پوری ہو۔ یہ ''اہل فہم و فراست'' جبر اور ترغیب دونوں

Marfat.com

سے کام لیتے ہیں۔ اس لئے کبھی یہاں جبر ہوتا ہے اور کبھی اختیار۔ زمین پر اس طریق کار اور عمل کی ذمہ داری اس ''فہم'' پر ہے جسے پوشیدہ حکومت کہتے ہیں (انہیں عام طور پر اسلامی روایات میں ابدال، اوتاد اور غوث وقطب کہا جاتا ہے) اس رائے کو ماننے کے لئے کوئی دلیل موجود نہیں کہ آیا یہ ''فہم برتر'' عام انسان کی سمجھ میں بھی آسکتا ہے یا نہیں اور آیا یہ مجموعی فہم ہے یا اسکی الگ کوئی ظاہری مادی حیثیت ہے۔(۶) البتہ ایک خاص سطح سے نیچے معمولی لوگوں میں سے کچھ افراد جن میں کچھ صفاتی تبدیلیاں واقع ہو جاتی ہیں، اس انتظامیہ سے رابطہ قائم کر لیتے ہیں اور وقفے وقفے میں اس کے شعور سے آگاہ ہوتے رہتے ہیں۔ برتر اور اعلیٰ فہم وفراست رکھنے والا یہ گروہ وہ ہے جسے خفیہ حکومت کہا گیا ہے، ماضی سے لے کر آج تک اقطاب اور ابدال کے تمام قصوں کے پیچھے دراصل یہ حقیقت پنہاں ہے۔

زمین پر کہیں ایسے مراکز موجود ہو سکتے ہیں جہاں سے یہ حکومت کام کرتی ہے۔ ان میں سے ایک ایسا ہی مرکز کبھی افغانستان میں تھا اور ہو سکتا ہے اب بھی وہیں ہو، علاوہ ازیں مختلف لسانی گروہوں سے متعلق کئی دوسرے مراکز بھی ہو سکتے ہیں۔

یہ حکومت نظام بالا کے مجموعی اور مفصل منصوبے کو نافذ کرنے کے لئے کام کرتی ہے۔ اس کے محرکات اور افعال عام حسی سطح سے بلند تر سطح پر انجام پاتے ہیں۔ یہ حکومت اپنے ماتحت ابدالوں کے ذریعہ عام روزمرہ زندگی کی سطح پر کام کرتی ہے اور یہ لوگ قوموں کی عام رواں دواں زندگی میں بھی حصہ لیتے ہیں اور تقریباً مکمل طور پر یا کسی حد تک غیر مشکوک یا پوشیدہ حالت میں رہتے بستے ہیں۔ یہ رجال غیب ہیں۔

وہ جو عام زندگی میں متحرک رہتے ہیں، انہیں تاریخ یا ماقبل تاریخ کے مختلف زمانوں میں بہت سے ناموں سے جانا پہچانا گیا ہے۔ وہ جو افغانستان میں واقع مرکز کے حکم کے سلسلہ سے منسلک تھے، انہیں صوفی کہا جاتا رہا ہے۔

عام انسانوں کی خدمت کے ساتھ ساتھ خفیہ حکومت اور اس کے ماتحت اہل خدمات

Marfat.com

مقامی سطح پر انفرادی طور پر بھی لوگوں کے شعور کو بلند کرنے کی کوشش میں مصروف رہتے ہیں۔
جب عام افراد میں سے اس طرح کسی کا شعور بلند ہو جاتا ہے تو پھر اسے اس حکومت کے ''کار عظیم'' میں شرکت کے قابل سمجھ لیا جاتا ہے۔ تاریخ اس ''کارعظیم'' میں اس طرح شامل ہونے والے لوگوں کے لئے موجود مواقع سے کبھی خالی نہیں رہی لیکن ارضی وقت کے مطابق ایسے مواقع پیدا ہونے کا کوئی باقاعدہ طریقہ نہیں، ایسے مواقع کے پیدا ہونے کا تعلق ملاء اعلیٰ کے واقعات و ارادات سے متعلق ہے اور یہ واقعات خفیہ نظام کی حد اور دسترس سے باہر ہوتے ہیں۔ جب رحمت کی ہوا چلتی ہے تو اس خفیہ نظام کا روح سازی کا کام شروع ہو جاتا ہے جس کے نتیجہ میں انسانی افراد کی ایک خاصی تعداد ایک ہی نسل میں ''کارعظیم'' کا ایک بہت بڑا حصہ مکمل کر لیتی ہے۔ اور درجہء تکمیل کو پا لیتی ہے۔ تب دونوں طرح کے لوگ بنی نوع انسان کی ارتقائی کارکردگی کی خدمات سرانجام دیتے ہیں لیکن ان کے لئے کام کرنے کی صورتیں اور حالتیں مختلف زمانوں کے تقاضوں کے تحت مختلف ہو سکتی ہیں۔

ایسے معاملات کا علم تاریخ سے کبھی غائب نہیں رہا۔ ظاہر میں تو نہیں مگر تمثیلوں اور قصوں کی شکل میں ہمیشہ مہیا رہا ہے۔ یونانی میتھالوجی کی بہت سی کہانیاں اسی کارعظیم کے سلسلہ میں تمثیلی بیانات ہیں۔ حال کے تاریخی زمانوں میں علوم کی ترقی سے متعلق بہت سے ترغیبات بہت حد تک ظاہر کر دی گئی ہیں بلکہ یہ کہنا بجا ہوگا کہ شاید موجودہ دور کی نسبت کبھی یہ حقیقت مزید تر ظاہر نہیں رہی۔ اس سے یہ تاثر بھی ملتا ہے کہ شاید ایک بہت بڑے دور کا اختتام طے پا گیا ہے۔

اس قسم کے اشارات مل رہے ہیں کہ ایک بہت بڑے ''موقع'' کی تیاری ہو رہی ہے لیکن اس کے ظہور کے امکانات کے لئے مغربی دنیا کا تعین کیا گیا ہے۔ ابھی یہ اندازہ کرنا ممکن نہیں کہ یہ کوئی بڑا ''واقعہ'' ہوگا یا ضمنی طور پر کوئی چھوٹا موٹا واقعہ، اس امر کے اظہار کے لئے محتاط رویہ ملحوظ رکھتے ہوئے بس اتنا کہہ دینا کافی ہے کہ اس قسم کے ''موقع'' کے ظہور کے لئے اس قسم کی صورت حال موجود ہے۔

Marfat.com

تبصرہ

کتاب رجال غیب The People Of The Secret کے مصنف کا تصوف کے بارے میں نقطہ نظر وہی ہے جس پر پچھلے باب میں کاتب مکتوب کا اعتراض واقع ہوا ہے۔ یہ بات اس حد تک تو مانی جا سکتی ہے کہ ہر مذہب کا نام اسلام تھا اور ہر مذہب کا ایک داخلی اور سری پہلو رہا ہے۔ اس لحاظ سے یہ سری رو مسلسل و متواتر کام کرتی رہی ہے مگر سریت یا تصوف دین سے ماوراء کوئی چیز رہی ہے، تاریخ میں ایسا کبھی نہیں ہوا۔ تصوف دین کی گہرائیوں سے پیدا ہوتا ہے اور اس کا سارا منبع علم اسکی داخلی گہرائی اور حکمت کا پرتو ہوتا ہے۔ رجال غیب اپنے اپنے دین پر چل کر اپنا ایک کردار بناتے ہیں اور پھر اس پوشیدہ حکومت کے رکن بنتے ہیں جو مختلف مراتب کے حامل اہل خدمات پر مشتمل ہوتی ہے۔ چنانچہ مصنف نے جتنے حوالے دیئے ہیں وہ سب اہل کتاب کی اپنی تاریخ کی روایات میں سے چنے گئے ہیں۔ اس سے بھی یہی ظاہر ہے کہ یہ اپنے اپنے وقت کے ادیان کے خدا ترس اور خدمت خلق کے اہل لوگ تھے جو چنے جاتے تھے۔ اگر افلاطون، بقراط اور ہرمزا اپنے وقت کے سری علوم کے نمائندے اور معلم تھے تو وہ بھی اس دور کے دین سے وابستہ تھے۔ قدیم دور کے رجال غیب میں سے ایک کا ذکر خاص طور پر قرآن مجید میں کیا گیا، جسے موسیٰ علیہ السلام ملے تھے۔

اسلامی روایات میں بھی جو خصائص ان حضرات کے ملتے ہیں وہ بھی یہی ظاہر کرتے ہیں کہ تصوف کے سالکین سے یہ لوگ چنے جاتے ہیں۔ یہ ضرور ہے کہ ان میں کچھ پیدائشی قابلیتیں ہوتی ہیں جن کی بناء پر ان کا انتخاب کیا جاتا ہے۔

اب ہم مصنف کے مرکزی خیال کی طرف آتے ہیں۔ یہ مرکزی خیال اس دور کے

Marfat.com

جدیدیت پسندوں کے دماغی رجحانات کی تسلی کے لئے کافی ہونا چاہئے کیونکہ اس میں تہذیبوں کے ارتقاء اور رجال غیب کی اس میں معاونت کی بات کی گئی ہے۔ تہذیبوں کا ارتقاء اس دور کے روشن دماغوں کا خاص پسندیدہ موضوع ہے۔ اس لئے اگر اس سے متعلق کوئی بات ثابت ہو جائے تو ان کے نزدیک خود بخود وقیع ٹھہرتی ہے۔

اسلامی تذکروں میں رجال غیب اور ابدالوں کے خدمت خلق کی مثالیں تو بہت ملتی ہیں اور اس کا بھی ذکر بہت ہوا ہے کہ اسلامی حکومتوں کے قیام اور ان کی برطرفی و معزولی میں بھی ان کا ہاتھ ہوتا ہے مگر یہ بڑا نادر خیال ہے کہ کسی تہذیب کی ابتداء، ارتقاء اور انتہا میں بھی ان کا ہاتھ کارفرما ہوتا ہے۔ یہ بات ذرا معمول کے مشاہدات سے آگے بڑھ کر ہے۔

مصنف کے خیال کی روشنی میں اسلامی تاریخ پر نظر ڈالی جائے تو اسلامی تاریخ کے پہلے ہزار سال میں شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ کی شخصیت ایسی نظر آتی ہے کہ جو پہلے ایک ہزار سال کے درمیان ایستادہ ہے اور اس کا اثر اپنے دور کی ابتداء وانتہا پر نظر آتا ہے ان کا یُمن اور برکت تہذیب و ثقافت کی تاریخ کے صفحات پر محسوس کیا جاسکتا ہے۔ تصوف کے طُرق میں کوئی ایک بھی ایسا نہیں جو کسی نہ کسی طرح ان کے بالواسطہ یا بلاواسطہ فیض سے محروم رہا ہو۔ ایک ہزار سال کے بعد اسلام کی تہذیب کا دوسرا دور شروع ہوتا ہے۔ جس کے مجدد ہونے کا دعویٰ حضرت شیخ احمد سرہندی مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ نے کیا۔ لوگ ان کے الہامی القاب پر معترض ہوتے ہیں (جیسے ''رودکوثر'' کا مصنف) مگر یہ تو دیکھئے کہ سب کچھ اسی کے مطابق ہوا جس کی وہ نشاندہی کررہے تھے۔ تصوف کے نام پر گمراہی پھیل رہی تھی، حق و باطل کا فرق ختم کیا جارہا تھا، اسلام کا تشخص مٹایا جارہا تھا، ایک تہذیب کے شفاف دریا کو گدلا کیا جارہا تھا۔ انہوں نے ان سب امور کا سدباب کیا اور کسی نے چاہا یا نہ چاہا، مگر ایسا ہی ظہور پذیر ہوا۔

رجال غیب جب کوئی کام کرتے ہیں تو ایسا ہی ہوتا ہے۔ مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ تھے اور ان کے گرد اپنے وقت میں موجود اور آئندہ دور کے رجال غیب ان کے خاکے کے مطابق

Marfat.com

عمل پیرا تھے۔ چنانچہ اب بھی جب پاکستان کی تاریخ شروع کی جاتی ہے، تو مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کی مساعی اور ان کے مخصوص نظریات سے اس کا ذکر شروع ہوتا ہے۔ ایک ہزار سال کے لئے کم از کم یہ تہذیبی تشخص برقرار رہے گا بلکہ اگلے تہذیبی سلسلہ کا دور بھی جو آنے والا ہے، وہ اس تشخص سے ضرور متاثر ہوگا۔

کتاب کے مصنف نے پرانی تہذیبوں کے حوالہ سے بیان کیا ہے کہ ہر دور میں کچھ پراسرار شخصیتیں کام کرتی رہی ہیں۔ ان کے مراکز کے وہ نام تو لیتا ہے مگر ان شخصیتوں کا تذکرہ نہیں کرتا جو اس انتظامیہ کی سربراہ تھیں۔ تصوف کے تذکروں میں ان لوگوں کو غوث و قطب کہا گیا ہے اور کہیں کہیں ان کا ذکر ملتا ہے اور انہوں نے اپنے نظام اور طریق کار کا بھی ذکر کیا ہے، جس کا ہم نے اپنی کتاب میں بالتفصیل ذکر کر دیا ہے۔

بہر صورت کتاب کا یہ ایک ایسا مرکزی خیال ہے جو جدید تعلیم یافتہ حضرات کو شاید پسند آئے اگر ہو سکے تو شائقین کو کتاب کی طرف براہ راست رجوع کرنا چاہئے۔ کتاب کی تحقیق سے اختلاف کی گنجائش بہر صورت رہے گی مگر بعض حوالوں کا مواد بہت دلچسپ ہے اور مزید مطالعہ کا متقاضی بھی ہے۔

آخر میں پھر یہ اقرار کرنا چاہئے کہ رجال غیب سے متعلق مواد ایک سربستہ موضوع ہے اور وہ جو اس کام سے براہ راست متعلق ہوتے ہیں، انہیں اس کے اظہار سے کوئی دلچسپی نہیں ہوتی بلکہ وہ اسے ارادی اور شعوری طور پر پوشیدہ رکھتے ہیں، اگر کبھی کوئی ان کی اجازت سے کچھ باتیں ظاہر کر دیتا ہے تو وہ کبھی مکمل نہیں ہوتیں، مطالعہ و جستجو کے بہت سے پہلو تشنۂ تحقیق رہ جاتے ہیں جن پر معذرت فقیر کے نزدیک بے سود ہے۔

☆☆☆

Marfat.com

حاشیہ جات

۱۔ شرح اسمائے حسنیٰ از قاضی محمد سلیمان منصور پوری صفحہ ۱۳۳

۲۔ کہا جاتا ہے کہ انہیں ابدال کی صورتوں کی تبدیلی کی وجہ سے کہا جاتا ہے۔ یہ اولیاء اللہ صورت حال کے مطابق بہروپ بدل کر خدمات سرانجام دیتے ہیں۔ اصطلاحات صوفیہ مرتبہ حضرت خواجہ شاہ محمد عبدالصمد چشتی میں لکھا ہے: ''ابدال جمع بدل جن کو بدلا بھی کہتے ہیں۔ یہ سات اولیاء اللہ ہیں جن کے انتظام میں ہفت اقلیم اور بسبب لطافت کے جس عنصر اور جس شکل کے ساتھ چاہیں، صورت بدل لیتے ہیں اور سفر کرتے ہیں اور ایک جسد اپنی صورت کا اس جگہ پر چھوڑ دیتے ہیں جسے کوئی نہیں پہچان سکتا کہ انہوں نے اس جگہ سے سفر کیا ہے یا نہیں۔ اسی سبب سے ان کو ابدال کہتے ہیں اور مطالب رشیدیہ میں بحوالہ حدیث مرفوع ابدال کی تعداد چالیس لکھی ہے۔''

۳۔ صحیح بخاری۔ کتاب العلم

۴۔ تفہیم القرآن جلد سوئم صفحہ ۴۲

۵۔ ترجمہ مولانا احمد رضا خان بریلوی مع تفسیری حاشیہ از مولانا نعیم الدین صفحہ ۴۳۴

۶۔ بیان القرآن جلد اول مولانا اشرف علی تھانوی صفحہ ۵۹۷

۷۔ تفسیر ماجدی مولانا عبدالماجد دریا آبادی صفحہ ۶۱۸

۸۔ ترجمان القرآن جلد دوئم صفحہ ۴۳۱

۹۔ ترجمان القرآن جلد دوئم صفحہ ۴۱۹

Marfat.com

۱۰۔ معارف القرآن جلد ۵ صفحہ ۶۰۲ ۔ ۶۰۱

۱۱۔ تفسیر حقانی جلد پنجم صفحہ ۱۱۶ و ۱۱۷

۱۲۔ قصص القرآن حصہ اول صفحہ ۵۴۷

۱۳۔ خلاصہ بیان فارسی رسالہ سراج السالکین از مولانا محمد صاجزادہ صفحہ ۳۳ (شائع کردہ محمد عبداللہ کتب فروش پشاور ۱۳۳۳ھ)

نوٹ: بعض حضرات کے نزدیک جو آیات قرآنی کے اعتباری معنی کا ذوق رکھتے ہیں۔ موسیٰ ''نفس'' کا استعارہ ہے جو امتیاز کو روا رکھتا ہے۔ خضر روحانی علم و رشد کی مثال ہے اور مرشد کامل ہے لیکن جب ایسا نفس اپنے پراسرار مرشد سے ملتا ہے تو تمام دنیاوی علوم کو بھول جاتا ہے جن کا نشان مچھلی ہے۔ اسکا یہ علم روحانیت کے بحر علم میں گم ہو جاتا ہے جہاں انسانی روح اس ملاپ کے لئے پہلے سے تیار ہے۔ مگر یہ گمشدگی، فراموشی اور ملاپ علم لدنی کے حصول کے لئے کافی نہیں ہے۔ اس کے لئے صبر و استقلال کے ساتھ سعی و جد و جہد ضروری ہے۔ اسی لئے سلوک میں پیر و مرشد کی ضرورت پڑتی ہے۔ اسی طرح بعض نے کہا ہے کہ موسیٰ قانون ظاہری کے نمائندہ ہیں اور خضر جامعیت حق کے جسے لفظی قانون کے نقطہ نظر سے نہیں سمجھا جاسکتا۔ ہوا کی طرح جس کے متعلق آپ نہیں بتا سکتے کہ کہاں سے آتی ہے اور کہاں چلی جاتی ہے؟۔

۱۴۔ مفتی محمد شفیع صاحب نے اللہ کے لئے ادب و تعظیم کے نقطہ نظر سے تشریح اس طرح کی ہے کہ ان سے خضر علیہ السلام کی طرف سے اللہ کی تعظیم کا پہلو نمایاں ہوتا ہے۔ کشتی توڑنے کے ارادہ میں چونکہ بظاہر برائی ہے۔ اس لئے اسے اپنی طرف منسوب کرتے ہوئے اَرَدْتُّ کہا۔ لڑکے کے قتل میں اولاد کا بدلہ مقصود تھا۔ اس لئے ظاہری شر اور پوشیدہ خیر دونوں کو ملحوظ رکھتے ہوئے اَرَدْنَا فرمایا۔ یتیموں کے مال کے محفوظ ہونے میں چونکہ خیر ہی خیر ہے۔ اس کی پوری نسبت اللہ کی طرف کر دی

Marfat.com

فَاَرَادَ رَبُّکَ (معارف القرآن جلد پنجم صفحہ ۶۱۱)

ہم نے حکم اور اختیار کے نقطہءِ نظر سے صورت حال واضح کی ہے۔ لہٰذا یہ اختلاف نہیں بلکہ محض دوسرے پہلو پر نظر ڈالتے ہوئے قرآن کے حکیمانہ ارشاد میں مضمر حکمت کا اظہار ہے۔

۱۵۔ دلائل السلوک از مولانا اللہ یار خان صفحہ ۶۵ تا صفحہ ۷۸

۱۶۔ احوال ابدال از عبدالعزیز مزنگوی صفحہ ۲۱، صفحہ ۳۴

۱۷۔ عُزلت: تنہائی، جُدا شدن از زن و فرزند و گوشہ نشینی برائے عبادت۔ ان کو تنہا رہنے اور کام کرنے کی وجہ سے عُزلتی کہا گیا۔

۱۸۔ تذکرۂ غوثیہ: ارشاد ۵۵

۱۹۔ فوائد الفواد: پندرھویں مجلس

۲۰۔ زبدۃ الاثار از حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی صفحہ ۸۰

۲۱۔ انسان کامل از شیخ الکریم الجیلی ترجمہ فضل میراں صفحہ ۲۹۶

۲۲۔ ابدالیہ از مولانا یعقوب چرخی صفحہ ۲۷ (ترجمہ اردو)

۲۳۔ بہجۃ الاسرار

۲۴۔ کمالات عزیزیہ مرتبہ نواب مبارک علی خان صفحہ ۲۹

۲۵۔ تذکرۂ غوثیہ، ارشاد صفحہ ۶۵

۲۶۔ شیخ الاسلام از رشید احمد صدیقی صفحہ ۱۶۴

۲۷۔ لبیک از ممتاز مفتی حصہ اول ''ہائی لیول کانفرنس''

۲۸۔ فیوض الحرمین از حضرت شاہ ولی اللہ دہلوی ترجمہ عابد الرحمٰن صدیقی صفحہ ۲۶۶

۲۹۔ تذکرہ حضرت سید صاحب بانسوی از مفتی محمد رضا انصاری فرنگی محلی صفحہ ۲۴۲

۳۰۔ حضرت القدس از بدر الدین سرہندی ۲۲۰

Marfat.com

۳۱۔ یونس:۸۸ نوح:۲۷

۳۲۔ شمس العارفین از حضرت سلطان باہو صفحہ ۳۰، ۳۱

۳۳۔ ترجمہ الابریز از پیر محمد حسن صفحہ ۳۹۸

۳۴۔ ''حضرت شیخ الاکبر محی الدین ابن العربی فرماتے ہیں کہ معرفت جب زیادہ ہوتی ہے جو نہایت مقصود ہے تو تصرف کی ہمت کم ہو جاتی ہے۔ فصوص الحکم کی فص لوطیہ میں ذکر ہے کہ بعض ابدالوں نے شیخ عبدالرزاق سے کہا۔ آپ شیخ ابومدین کو بعد سلام کے کہیں کہ اے ابومدین ہمارے لئے کوئی چیز دشوار نہیں ہوتی (یعنی ہم عالم میں تصرف کرتے ہیں اور آپ ایسا نہیں کرتے) اور حال یہ ہے کہ ہم آپ کے مقام کی رغبت رکھتے ہیں اور آپ ہمارے مقام کی رغبت نہیں رکھتے، واقعہ یوں ہے کہ ابومدین رحمۃ اللہ علیہ ایسے مرتبہ پر فائز تھے، جہاں ان کو ابدالوں کا مقام بھی حاصل تھا اور اس مقام کے سوا بھی تھا۔ یعنی وہ ابدالوں سے اونچے مقام پر متمکن تھے اور وہ عبدیت اور کمال معرفت و توحید کا مقام تھا۔''

(عصر جدید اور مسائل تصوف از سید احمد سعید ہمدانی) صفحہ ۹۱۔۹۲

۳۵۔ فقیر کی کتاب ''تذکرۂ غوث وقطب'' میں حضرت سید محمد وراثت حسین شاہ رحمۃ اللہ علیہ کے حالات دیکھے جاسکتے ہیں۔ صفحہ ۱۷

۳۶۔ اسرار قادری از حضرت سلطان باہو رحمۃ اللہ علیہ صفحہ ۳۷

۳۷۔ رسالہ ابدالیہ صفحہ ۲۹

۳۸۔ سِرِّ دلبراں از شاہ محمد ذوقی صفحہ ۱۷۶

۳۹۔ کشف المحجوب ترجمہ نکلسن صفحہ ۲۱۴

۴۰۔ (Letters from a Sufi Teacher) صفحہ ۲۱

۴۱۔ اس راز حقیقت کو حافظ نے یوں فاش کیا ہے:

Marfat.com

شاہ بیدار بَخت رَاہَر شب مَانگہبانِ افسر و کلہیم
شاہ منصور واقف است کہ ما رُوئی ہِمت بہر کُجا کہ نہیم
دشمنان رَا زِ خُون کفن سازیم دوستان رَاقبائی فتح دہیم

(بیدار بخت بادشاہ کے لئے ہر شب ہم تاج اور کلاء کے نگہبان ہیں۔ شاہ منصور واقف ہے کہ ہم جس طرف بھی ہمت کا رخ کرتے ہیں، دشمنوں کا خون سے کفن تیار کر دیتے ہیں اور دوستوں کو فتح کی قبادے دیتے ہیں۔)

۴۲۔ خزینۂ معرفت۔ ترجمہ اردو الابریز از پیر محمد حسن صفحہ ۳۸۳

۴۳۔ تذکرہ حضرت سید صاحب بانسوی از مفتی محمد رضا انصاری فرنگی محلی صفحہ ۲۲۵

۴۴۔ منقول از اوراد فتحیہ حضرت امیر کبیر سید علی ہمدانی

۴۵۔ فوائد الفواد پینتیسویں مجلس

۴۶۔ ناشر مجلس دَعوۃُ الامیر (بہ یادگار حضرت امیر کبیر سیّد علی عمدانی، نوشہرہ (خوشاب) ۱۹۸۳ء۔

۴۷۔ اسلامک بک فاؤنڈیشن۔ لاہور۔ ۱۹۸۱ء

۴۸۔ حضرت سُلطان باہو اکیڈیمی۔ لاہور۔ ۱۹۸۷ء

۴۹۔ محال است سعدؔی کہ راہِ صفا
توان رفت جز بر پئے مُصطفےٰ
خلافِ پیمبر کسے راہ گزید
کہ ہر گز بمنزل نخواہد رسید
(سعدی)

۵۰۔ "The People Of The Secret" By Ernest Scott, The Octagon Press, London.

Marfat.com

۵۱۔ اسلامی روایات کے مطابق ''ظاہری مادی حیثیت'' ہے یعنی اولیاء اللہ میں سے کچھ لوگ اس کام کے لئے چن لئے جاتے ہیں جو کارکنان قضا وقدر کے طور پر مشیت الٰہی کے تحت کام کرتے ہیں۔ (مؤلف)

Marfat.com

فہرستِ کُتب (جن سے حوالے دیئے گئے)

۱۔ قرآن مجید — مع ترجمہ اردو از شاہ عبدالقادر دہلوی

۲۔ صحیح بخاری و دیگر کتب احادیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

۳۔ تفسیر حقانی — مولانا عبدالحق حقانی

۴۔ بیان القرآن — مولانا اشرف علی تھانوی

۵۔ تفسیر ماجدی — مولانا عبدالماجد دریا آبادی

۶۔ ترجمان القرآن — مولانا ابوالکلام آزاد مرحوم

۷۔ معارف القرآن — مفتی محمد شفیع

۸۔ ترجمہ قرآن مولانا احمد رضا خان مع تفسیری حاشیہ — مولانا نعیم الدین

۹۔ تفہیم القرآن — مولانا ابوالاعلیٰ مودودی

۱۰۔ بیان القرآن — مولانا محمد علی لاہوری

۱۱۔ قصص القرآن — مولانا حفظ الرحمٰن سیوہاروی

۱۲۔ فصوص الحکم — شیخ الاکبر محی الدین ابن العربی

۱۳۔ اِنسان کامل — شیخ عبدالکریم الجیلی

۱۴۔ زبدۃ الاثار — شیخ عبدالحق محدث دہلوی

۱۵۔ بہجۃ الاسرار — شیخ نورالدین ابی حسن علی

۱۶۔ فوائد الفواد — مرتبہ خواجہ حسن سنجری

۱۷۔ فیوض الحرمین — حضرت شاہ ولی اللہ دہلوی

Marfat.com

۱۸۔	حضرات القدس	شیخ بدرالدین سرہندی
۱۹۔	کشف المحجوب	سید علی بن عثمان الہجویری
۲۰۔	ابیاتِ باہو	حضرت سلطان باہو
۲۱۔	شمس العارفین	حضرت سلطان باہو
۲۲۔	اسرار قادری	حضرت سلطان باہو
۲۳۔	الابریز	ترجمہ پیر محمد حسن
۲۴۔	مکتوبات	شیخ شرف الدین یحییٰ منیری
۲۵۔	تاج الاولیاء	بابا ذہین شاہ تاجی
۲۶۔	شرح اسمائے حسنیٰ	قاضی محمد سلیمان منصور پوری
۲۷۔	سراج السالکین	مولانا محمد صاجزادہ
۲۸۔	تذکرۂ غوثیہ	مرتبہ گل حسن شاہ
۲۹۔	کمالات عزیزیہ	مرتبہ نواب مبارک علی خان
۳۰۔	ابدالیہ	مولانا یعقوب چرخی
۳۱۔	دلائل السلوک	مولانا اللہ یار خان
۳۲۔	احوال ابدال	عبدالعزیز مزنگوی
۳۳۔	اورادِ فتحیہ	امیر کبیر سید علی ہمدانی
۳۴۔	حصن حصین	امام محمد الجزری الشافعی
۳۵۔	شیخ الاسلام	مولانا رشید احمد صدیقی
۳۶۔	تذکرۂ غوث وقطب	سید احمد سعید ہمدانی
۳۷۔	لبیک	ممتاز مفتی
۳۸۔	اصطلاحات صوفیہ	خواجہ شاہ عبدالصمد چشتی

Marfat.com

۳۹۔ سر دلبراں — شاہ محمد ذوقی

۴۰۔ کتاب نطاب (غیر مطبوعہ) — حضرت حاجی عبداللہ شاہ

۴۱۔ ملفوظات حضرت سید محمد وراثت حسین (غیر مطبوعہ) — مرتبہ سیّد احمد سعید ہمدانی

۴۲۔ تذکرہ حضرت سید صاحب بانسوی — مفتی محمد رضا انصاری فرنگی

۴۳۔ The People Of The Secret

By Ernest Scott.

Marfat.com

حضرت سلطان باھوؒ ٹرسٹ

پسِ منظر

عظیم روحانی شخصیت سلطان العارفین حضرت سلطان باھوؒ سے منسوب اس بین الاقوامی ادارے کی بنیاد بیس سال پہلے انھی کے جلیل القدر خانوادے کے چشم و چراغ حضرت صاحبزادہ سلطان نیاز الحسن سروری قادری اور حضرت صاحبزادہ سلطان فیاض الحسن سروری قادری نے رکھی رفتہ رفتہ دنیا بھر سے دین کا درد رکھنے والے اس ادارے میں شامل ہوتے گئے۔ اب الحمدللہ یہ ادارہ ایک عالمگیر تحریک کی شکل اختیار کر چکا ہے۔ حضرت سلطان باھوؒ ٹرسٹ کی خدمات کا دائرہ تقریباً آدھی دنیا پر محیط ہو چکا ہے۔ اس کا بنیادی مقصد خدمتِ دین اور خدمتِ انسانیت ہے اس کے مختلف دعوتی و تبلیغی، تعلیمی، تحقیقی، رفاہی اور فلاحی منصوبہ جات مسلسل پھیلتے چلے جا رہے ہیں

اغراض و مقاصد

1۔ عالمگیر سطح پر اسلام کی دعوت، تبلیغ اور اشاعت کا موثر اہتمام۔ 2۔ سلطان العارفین حضرت سلطان باھوؒ کے افکار و تعلیمات کی اشاعت و ترویج کا موثر انتظام جس کے ذریعے حقیقی تصوف کے علمی و عملی پہلوؤں کو اجاگر کیا جا سکے۔ 3۔ علومِ شریعہ اور علومِ عصریہ کا حسین امتزاج تاکہ ایسے رجالِ کار تیار ہو سکیں جو عصری تقاضوں کی روشنی میں دین و ملت کی ہمہ پہلو خدمت کا فریضہ کماحقہ سرانجام دے سکیں۔ 4۔ ملتِ اسلامیہ کے نونہالوں اور نوجوانوں کی تعلیم و تربیت کا موثر انتظام جس کے ذریعے انھیں معاشرے کیلئے نفع بخش اور مفید شہری بنایا جا سکے۔ 5۔ عالمگیر سطح پر قحط، سیلاب، زلزلوں اور جنگ وغیرہ سے متاثرہ افراد کی بلا امتیازِ مذہب اور رنگ و نسل بحالی کے لیے جدوجہد

پروگرام انشاءاللہ

شعبہ ایجوکیشن

دینی اور عصری علوم کی ایک ساتھ تعلیم کیلئے پاکستان کے اہم شہروں میں الحراء کمیونٹی کالجز کا اہتمام۔ پاکستان بھر میں قرآن حکیم کی تعلیم (حفظ و ناظرہ) کیلئے مراکزِ تعلیم القرآن کا قیام۔ پاکستان بھر میں طلبہ و طالبات کیلئے میٹرک تک کی عصری تعلیم کیلئے ہولی سکول سسٹم کا قیام۔ حضرت سلطان باھوؒ یونیورسٹی کا قیام

شعبہ دعوت و تبلیغ

اُمتِ مسلمہ کے عقائد و اعمال کی اصلاح کے لیے مفید اسلامی لٹریچر کی اشاعت۔ نسلِ نو کو بنیادی دینی تعلیم سے آشنا کرنے کے لیے سادہ، عام فہم اور دلکش کتب کی اشاعت۔ اہم اسلامی موضوعات پر ٹرسٹ کے نامور علماءِ کرام

Marfat.com

اور خطباء کی ویڈیوز، سی ڈیز اور ڈی وی ڈیز کی تیاری۔ عالمگیر سطح پر رجوع الی اللہ، رجوع الی الرسول اور رجوع الی القرآن اور فکرِ آخرت کی تڑپ پیدا کرنے کے لیے مختلف علاقوں میں تبلیغی اجتماعات، کانفرنسز، سیمینارز کا انعقاد اور دنیا بھر میں تبلیغی وفود کی روانگی۔

شعبہ سماجی بہبود

قحط، سیلاب، زلزلوں، بم دھماکوں اور جنگوں سے متاثرہ افراد کی بحالی کیلئے وسیع تر امدادی کام۔ مستحق افراد کیلئے مختلف علاقوں میں فری ہسپتال، ڈسپنسریز اور بلڈ بینکس کا انتظام۔ منشیات، جہالت، تعصبات اور دیگر معاشرتی برائیوں کے خلاف موثر جنگ۔

پاکستان میں ٹرسٹ کے تعلیمی منصوبہ جات

1۔ الحراء کمیونٹی کالج دربار حضرت سلطان باھوؒ

سلطان العارفین حضرت سلطان باھوؒ کے زیرِ سایہ آستانہء حسن پر عظیم الشان تعلیمی نیٹ ورک قائم ہے۔ الحرا کمیونٹی کالج عظیم الشان بلڈنگ میں قائم ہے۔ یہاں پر مڈل پاس اور میٹرک پاس طلبا کو داخلہ دیا جاتا ہے۔ اور انہیں درسِ نظامی کے ساتھ ساتھ بی اے اور ایم اے کی تعلیم بھی دلائی جاتی ہے۔ طلباء بڑھتی ہوئی تعداد کے پیش نظر اس ادارے کی ایک اور بلڈنگ جو 24 کمروں پر مشتمل ہے اس کا کام تیزی سے جاری ہے۔ یہ بلڈنگ مکمل ہونے پر بہت سے غریب طلبا اپنی تعلیمی ضروریات پوری کر سکیں گے۔ اسی بلڈنگ کے اندر شعبہ حفظ و تجوید بھی قائم ہے جہاں سینکڑوں طلبہ قرآن کی تعلیم سے مستفیض ہوتے ہیں۔ آستانہء حسن پر ہی دوسرا بڑا تعلیمی منصوبہ حرا اکیڈمی ہے جہاں نرسری سے لیکر آٹھویں تک طلباء زیرِ تعلیم ہیں۔ طلباء کی بڑھتی ہوئی تعداد کے پیشِ نظر یہاں بھی تعمیرات کا سلسلہ شروع ہے۔ الحمدللہ 25 کمرے تعمیر کے آخری مرحلے میں ہیں اور مزید کمروں کی تعمیر کا سلسلہ شروع ہے حرا اکیڈمی نے ہمیشہ فیصل آباد تعلیمی بورڈ میں نمایاں کامیابیاں حاصل کی ہیں۔ الحرا کمیونٹی کالج، جامعتہ الحرا، حرا اکیڈمی اور حضرت سلطان باھوؒ ہسپتال، یہ منصوبہ تقریباً 100 کمروں پر مشتمل ہے۔ جن میں سے 45 کے قریب کمرے آخری مراحل میں ہیں ابھی 55 کمرے مزید تعمیر ہونا باقی ہیں

2۔ الحرا کمیونٹی گرلز کالج میرپور آزاد کشمیر

آزاد کشمیر کی حسین وادی میں میرپور سٹی کے اندر حضرت سلطان باھوؒ ٹرسٹ نے 2004 میں اپنا تعلیمی منصوبہ الحرا کمیونٹی گرلز کالج کے نام سے F.2 سیکٹر میں کرایہ کی بلڈنگ میں شروع کیا اب الحمدللہ یہ کالج بند بندرال (نتھیا ٹاؤن) میں 34 کنال قطعہ اراضی پر قائم ہے۔

3۔ الحرا گرلز کمیونٹی کالج پنڈی سید پور (جہلم)۔ 4۔ الحرا کمیونٹی کالج دھیر کوٹ آزاد کشمیر۔ 5۔ الحرا کمیونٹی سنٹر فار

Marfat.com

گرلز ٹوبہ ٹیک سنگھ۔ 6۔الحرا کمیونٹی گرلز کالج شورکوٹ کینٹ۔ 7۔الحرا گرلز کمیونٹی کالج ساہنگ نزد جاتلاں آزاد کشمیر۔8۔مرکز تعلیم القران ، پنڈی سید پور 9 مرکزِ تعلیم القران ، کراچی۔10۔مرکزِ تعلیم القران ،اولکھ بھائیکے (گوجرانوالہ)۔11۔جامعہ سلطانیہ، ساہیوال۔ 12۔مرکزِ تعلیم القران شیخوپورہ۔13۔مدرسہ فیضانِ باہو، کھوتیار جالب (جہلم)۔14۔مرکزِ تعلیم القران، پنیالہ (ڈیرہ اسماعیل خان)۔15۔مرکزِ تعلیم القران، ضلع ایسٹ (کراچی)۔16۔مرکزِ تعلیم القران، بلدیہ ٹاؤن (کراچی)۔17۔مرکزِ تعلیم القران، چواسیدن شاہ 18۔حرا اکیڈمی دربار حضرت سلطان باھوؒ۔19۔ہولی آئیڈیل سکول رجانہ ٹوبہ ٹیک سنگھ۔20۔الحرا ماڈل سکول پنیالہ ڈیرہ اسماعیل خان۔ 21۔ہولی سکول سسٹم گاجر گولہ اسٹیشن حافظ آباد۔22۔ہولی سکول سسٹم لادہ چکوال 23۔الحرا گرلز کمیونٹی کالج نوشہرہ وادیء سون خوشاب۔ 24۔ الحرا سکول سسٹم اولکھ بھائیکے گوجرانوالہ۔ 25۔حرا پبلک ماڈل سکول کھیوڑہ جہلم۔

برطانیہ میں ٹرسٹ کے منصوبہ جات

1 جامعہ اسلامیہ برمنگھم۔2۔وارڈ اینڈ کمیونٹی کالج عالم راک برمنگھم۔3۔سلطان باھوؒ سنٹر عالم راک برمنگھم 4۔الحرا ایجوکیشنل سنٹر ہال گرین برمنگھم۔5۔گلزارِ مدینہ سیلی اوک برمنگھم۔6۔مدرسہ اسلامیہ نوٹنگھم 7 جامعہ اسلامیہ نوٹنگھم۔8۔جامعہ مسجد سلطانیہ نوٹنگھم۔9۔حضرت سلطان باھوؒ سنٹر مانچسٹر۔10۔الحراء مسجد نیلسن 11۔الحرا ایجوکیشنل سنٹر اپٹن پارک لندن۔12۔حضرت سلطان باھوؒ ٹرسٹ بلیک برن۔13۔حضرت سلطان باھوؒ ٹرسٹ اوسلو۔14۔جامعہ اسلامیہ حضرت سلطان باھوؒ ٹرسٹ بریڈفورڈ۔15۔جامعہ فریدیہ وولورہیمپٹن 16۔الحرا ایجوکیشنل اینڈ کلچرل سنٹر لوٹن۔17۔حضرت سلطان باھوؒ سنٹر سینڈول۔18۔حضرت سلطان باھوؒ سنٹر لیڈز۔19۔حضرت سلطان باھوؒ سنٹر گلاسکو

قربانی پراجیکٹ

ٹرسٹ کے تحت ہر سال قربانی پراجیکٹ کیا جاتا ہے۔جس کے تحت ہر سال عید الاضحیٰ کے موقعہ پر سینکڑوں جانوروں کی قربانی کی جاتی ہے اور گوشت غریب لوگوں میں تقسیم کیا جاتا ہے۔

ٹرسٹ کے رواں تعمیراتی منصوبہ جات

الحرا کمیونٹی کالج دربار حضرت سلطان باھوؒ کے نئے بلاک جس میں ۲۴ کمرے شامل ہیں کی تعمیر کا کام زور و شور سے جاری ہے۔جس پر اب تک خطیر رقم خرچ ہو چکی ہے، ابھی بہت سا کام باقی ہے حرا اکیڈمی میں بہت سی تعمیرات کا کام شروع ہے۔۱۰ کمرے تیار ہو چکے ہیں مزید ۱۰ کمروں کی تعمیر کا سلسلہ شروع ہے۔حضرت سلطان باھوؒ ہسپتال کی تعمیر تقریباً مکمل ہو چکی ہے لیکن مشینری کا حصول ابھی باقی ہے۔الحرا کمیونٹی گرلز کالج میرپور آزاد کشمیر میں مزید تعمیرات

Marfat.com

کا سلسلہ شروع ہے۔ نئے ہاسٹل اور ایجوکیشن بلاک طلبا اور طالبات کیلئے علحیدہ علحیدہ خوبصورت مساجد کی تعمیر کا کام بھی ابھی باقی ہے۔ الحرا کمیونٹی گرلز کالج سید پور جہلم کیلئے مزید اڑھائی کنال قطعہ اراضی حاصل کر لیا گیا ہے۔ جس پر ہاسٹل تعمیر ہونا باقی ہے۔ حضرت سلطان باہو ٹرسٹ کے ان منصوبہ جات کی تکمیل کروڑوں کی رقم درکار ہے

ٹرسٹ کے ساتھ تعاون کی مختلف صورتیں

آپ تعمیراتی سامان مثلاً اینٹیں سیمنٹ سریا یا دوسرا ضروری سامان ٹرسٹ کو بطور عطیہ دے سکتے ہیں

کسی ادارے میں بلاک یا کمرے کی تعمیر اپنے ذمے لے سکتے ہیں آپ کا یہ عمل آپ کے اور آپ کے مرحومین کیلئے مستقلاً صدقہ جاریہ ہے۔ اور ان کے ایصالِ ثواب کی بہترین صورت بھی

ایک کمرے کی تعمیر کے اخراجات۔3000۔ ایک دیوار کی تعمیر کے اخراجات۔450

ایک دروازہ کی تعمیر کے اخراجات۔150۔ ایک کھڑکی کی تعمیر کے اخراجات۔100

سو مربع فٹ جگہ کی تعمیر کے اخراجات۔5000

سپانسر شپ سکیم

آپ اس ادارے میں زیرِ تعلیم غریب یتیم بچوں کو سپانسر کر سکتے ہیں ایک طالب علم کو سپانسر کرنے کیلئے مبلغ 30 پونڈ ماہانہ ادا کرنا ہونگے۔ اس کے علاوہ آپ اپنی زکات، صدقات، عطیات اور فطرانہ بھی حضرت سلطان باہو ٹرسٹ کو دے کر خدمتِ دین اور خدمتِ انسانیت کی اس عالم گیر تحریک میں ہمارے دست و باز و بن سکتے ہیں

آپ کی دی ہوئی پائی پائی امانت اور دیانت کے ساتھ خرچ کی جائے گی

پاکستان اکاؤنٹ نمبر 8-421 مسلم کمرشل بینک رائے ونڈ روڈ ٹھوکر نیاز بیگ

برطانیہ اکاؤنٹ نمبر

Hazrat Sultan Bahu Trust A/c no. 01739018

Sort Code 40-42-12

IBAN GB 41 MIDL40421201739018

BRANCH INDTIFIER CODE MIDLGB2155G

DONATION HOT LINE +44(0)121 4404096

حضرت سلطان باہو ٹرسٹ

17۔ ایمبر سلے روڈ بی 12۔ 8 یو آر برمنگھم

Marfat.com

Marfat.com